واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ

منہج المتقدمین

فی

فن الحدیث

کتب احادیث کا تجزیاتی مطالعہ

شیخ فیضان

تصحیح وتحقیق

شیخ الحدیث مولانا زکریا سنبھلی مدظلہ العالی

پہلا ایڈیشن

۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰ء

نام کتاب	:	منہج المتقدمین فی فن الحدیث
نام مصنف	:	شیخ فیضان
صفحات	:	۸۰
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	عامر کمپیوٹرس، شباب مارکیٹ، لکھنؤ
طباعت	:	

طابع وناشر

؟؟؟؟؟

''آ ینہ ترتیب''

فہرست عناوین

انتساب

میں اس سعی متبرک رسالہ کو بین الاقوامی عالم اسلام کے عظیم الشان درسگاہ ''ندوۃ العلماء'' کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

اے خدا ایں ندوہ قائم بدار　　فیض او جاری بود لیل ونہار

میرے مشفق والدین (اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاھُمَا) کی طرف منسوب ہیں جن کی بے پایاں شفقتیں، عنایتیں اور آہ سحر گائی، تحصیل و تکمیل علوم نبوت کے تمام مراحل میں ہمہ وقت میرے ساتھ رہیں جس کا سلسلہ ہنوز برقرار ہے۔ (تمام اساتذۂ کرام، ہمہ وقت ساتھی، اشاعت اسلام کی جماعت کے اصحاب کی طرف منسوب ہے، جن کی مخلصانہ تربیت اور دعاؤں نے مجھے راہ حق پر قائم رکھا ہے جن میں قابل ذکر استاذ ''شیخ الحدیث مولانا زکریا سنبھلی'' مدظلہ عالیہ ہے)۔

نظر ولی میں وہ تاثیر دیکھی　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اظہار تشکر

تمام تعریفیں اور تمام شکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ہیں جو بلند و برتر اور نہایت رحم کرنے والا ہے بے شک اسی کی توفیق اور اسی کے فضل وکرم سے مجھے اس کتاب کو لکھ کر مکمل ہونے کی توفیق بخشی، تہہ دل سے اپنے رب کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنے اس ناچیز بندے کو اس چھوٹی سی کوشش کی سعادت سے نوازا۔

میں اپنے استاد شیخ الحدیث مولانا زکریا سنبھلی صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود کتاب کی تصحیح اور کتاب کو پڑھا اور سنا اور انتہائی حوصلہ افزائی سے اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور تصحیح و تحقیق نامہ تحریر فرمایا جو میرے لئے ایک عظیم اعزاز ہے۔

اپنے حضرت جو ہم سب کے حضرت ہیں، مولانا محمد رابع حسنی صاحب دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب پر کلمات طیبات اور اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا۔ مشغولیات کے باوجود چونکہ حضرت کو بہت سارے خطوط کے جواب لکھنے پڑھنے پڑتے ہیں اور اس کے علاوہ بہت سارے تقاضوں میں مصروف رہتے ہیں، ان کلمات کو لکھ کر اس کتاب کی زینت ورونق دوبالا کردی۔

مدرس حرم شیخ مکی الحجازی دامت برکاتہم کا مشکور وممنوں ہوں کہ انہوں نے میری اس ادنیٰ کوشش پر تقریظ فرمائی جو میرے لئے بڑی سعادت مندی کی بات ہیں۔ بیانات اور تقاریر میں مشغول ہونے کے باوجود انہوں نے اس کتاب کو پڑھ کر

اپنا قیمتی وقت نکالا۔

شیخ الحدیث مولانا مظفر احمد قاسمی، مفتی ابراہیم صاحب قاسمی، مولانا شمیم احمد ندوی، ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان مقدس ہستیوں نے میری اس ادنیٰ کوشش کی بطریق احسن اصلاح فرمائی اوراس کی نوک پلک کوسنوارااوراپنے مفید اور ماہرانہ مشوروں سے میری رہنمائی فرمائی اور کتاب کے بارے میں اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا۔

اشاعت اسلام کی جماعت کے اصحاب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی مخلصانہ محنت اور دعاؤں سے مجھے اس قابل بنایا جو آپ کے سامنے اس وقت ظاہر ہورہا ہے۔

آخر میں تمام کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس نیک کام میں کسی بھی طرح میری معاونت فرما کر مجھے مفید مشوروں سے نوازااور میری ہمت افزائی فرمائی۔

گلہائے رنگارنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

یہ تو ظاہر ہے کہ چمن میں اگر ایک ہی قسم کے پھول پتے ہوں تو بھی چمن چمن ہی ہے لیکن اگر مختلف انواع واقسام کے رنگ برنگ کے پھول پتے ہوں تو چمن کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنے رضا والے کاموں پر ثابت قدم رکھے اور اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور فن حدیث کے متعلقین کیلئے مفید تر بنائے اور ہدایت وفلاح کا ذریعہ بنادے۔ آمین رب العالمین۔

پیش لفظ

بقلم مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ وَبَرَا، وَأَنْشَاءَ وَذَرا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا یَطْغیٰ، وَمَا کَانَ الْمُؤمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً، فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِیَتَفَقَّھُوْا فِي الدِّیْنِ وَلِیُنْصَرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْزَرُوْنَ. (سورۃ توبۃ ۱۲۲)

وَاَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا للّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا، وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، خَیْرُ الْخَلِیْفَۃِ الطُرَّا، صَلی اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَسَلَّمْ وَبَارِكْ عَلَیْھِمْ وَصَحْبِہٖ وَتَابِعِیْن، وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ وَدَعَا بِدَعْوَتِھِمْ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْن. اما بعد!

اس ناکارہ طالب علم پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اور بے جد وحساب احسانات ہیں، جن کا شکرادا کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے، بجز اس کے کیا کہوں ”اللّٰھم لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك“ اور بجز اس کے کیا کروں کہ ان سے اپنے قصور کی معافی طلب کروں اور ان سے امید وابستہ کروں کہ میرے قصوروں کو معاف فرمائیں گے۔

رب جلیل کے ان انعامات میں ایک بڑا زبردست انعام علم حدیث کے ساتھ مشغولیت کی توفیق کا ملنا ہے۔ زمانہ قدیم سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ جہاں پھول ہوتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہاں باطل کی محنت کے علم

بلند کرنے والے ہوتے ہیں وہاں حق کے پرچم کو بلند کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔حق وباطل کا یہ قصہ قیامت تک جاری رہے گا۔زمانہ حال میں جو باطل قرآن وحدیث پر سازشیں لگا رہا ہے، وہاں پر حق کی آواز والے بھی ان دوستونوں کے تحفظ میں لگے ہوئے ہیں۔قرآن وحدیث دین وشریعت کے دوایسے ستون ہیں جن پر یہ پوری عمارت قائم ہے۔شریعت غرّا میں احادیث رسول اللہؐ کو مصدر ثانی کی اساسی حیثیت حاصل ہے۔قرآن مجید کی معنوی تحریف کیلئے سب سے بڑی رکاوٹ حدیث رسول تھی، جو معانی،قرآن کی توضیح وتفسیر کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے،اوراس میں دین کا وہ بہت بڑا حصہ ہے جس کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں بیان کی گئی ہے،آنحضرتؐ نےاس کی پیش گوئی بھی فرمائی ہے،"ولا انـی أو تیـت الکتـاب ومثلـه معه، الانی أو تیت الکتاب ومثله معه" (اچھی طرح سن لوکہ مجھے کتاب دی گئی ہےاوراسی کے مثل اوربھی چیزیں ہیں، مجھےقرآن مجید ملااوراس کے مثل مزید دیا گیاہے)(مسنداحمد:۴/۱۳۱)۔ساتھ ہی ساتھ یہ پیش گوئی بھی ہے "الا انــــی أوتیت الکتـاب ومثلـه معـه،ألا یـوشك رجل شعبان علی أریکته یقول عـلیـکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فأحلوه وما وجدتم فیه من حـرام فـحـرموه ألا لا یدل لکم لحم الحمار الأهلی ولا کل ذی ناب من السبع،ولا لـقـطة معاهد الا أن یستغنی عنها صاحبهاومن نزل بقوم فعلیم أن یـقـروه فـان لـم یـقـروه فـلـه أن یعـقبهم بمثل قراه"(سنن ابی داؤد: ٤٦٠٦)(سن لومجھ کوکتاب اوراس کے مثل عطا کیا گیا ہے،خبردار رہوعنقریب ایسا شخص بھی ہوگا جومتکبرانہ انداز میں آسودہ حال ہوکر ٹیک لگائے ہوئے یہ کہے گا بس تمہیں قرآن کافی ہے،اس میں جوحلال ہےاس کوحلال سمجھو،اوراس میں جن چیزوں کوحرام کیا گیا ہےاس کوحرام قراردو،اچھی طرح سن لوکہ تمہارے لیے پالتوگدھا جائز

نہیں اور نہ پھاڑنے والے درندے جائز ہیں نہ ہی کسی معاہد کا گرا ہوا سامان اٹھانا جائز ہے صرف یہ کہ وہ اس سے بے نیاز ہو، اور جو کسی قوم کے پاس ٹھہرے تو اس کے ذمہ اس کی مہمان نوازی ہے لیکن اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس کو چاہے کہ ان کو اسی کے بقدر سزا دے) اللہ کے فضل وکرم سے اللہ رب العزت نے اس چھوٹی سی کاوش پر قلم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی جو "منهج المتقدمين في فن الحديث" کی شکل میں آپ کے پاس پیش ہے۔ کچھ دن قبل فن حدیث کی غرض وغایت جو مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ نے مختصر طور سے یوں بیان فرمایا ہے اس کا مطالعہ ہوا۔

''فن حدیث کی دو غرض وغایت ہیں: تاسی اور تشریع''

تاسی کے معنی اسوہ بنانا، نمونہ عمل بنانا ہیں اور تشریع کے معنی قانون سازی، دستور وآئین بنانا ہیں، یعنی احادیث شریفہ دو وجہ سے پڑھنی چاہئیں! ایک یہ کہ نبی پاک ؐ کی ذات کو اسوہ بنانا، یعنی آپ ؐ نے جو احکام دیئے ہیں اور جو ارشادات فرماتے ہیں ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا اور دوسرا یہ کہ قانون سازی کرنا، یعنی احادیث سے دستور وآئین اسلامی بنانا۔ تمام احکام شرعیہ ان ہی دو سے ماخوذ ہیں۔ حدیث پڑھانے اور اس کے متعلقین کیلئے ضروری ہے کہ اصول حدیث پر گہری نظر رکھتے ہوئے عملی مشق کرے، سند ومتن سے متعلق اصول وقواعد کی اہمیت ذہنوں میں بٹھا دے، صرف ائمہ کا مذاہب بیان کرنا اور ان کی دلیلیں یاد کرنے سے احادیث کا حق ادا نہیں ہوتا، اسی اہمیت کے پیش نظر امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ''السنن للترمذی'' سے متعلق اصول وقواعد پر مشتمل رسالہ ''کتاب العلل'' کو اپنی کتاب کا جزء بنا دیا، وقت مختصر ہے، اصول الحدیث کی چند اہم کتب ورسائل کا ذکر کرتا ہوں۔

امام ترمذیؒ کی ''کتاب العلل'' کا ذکر کر چکا ہوں اس کے بعد سب سے پہلا مستقل رسالہ جو اس فن میں لکھا گیا ہے، وہ ''المحدث الفاصل'' حسن بن خلاد رامہر

میزیؒ کا ہے، اس کے بعد ابو عبداللہ حاکمؒ کا رسالہ ''علوم الحدیث'' ہے، پھر خطیب بغدادیؒ نے اصول حدیث سے متعلق کافی چھوٹے چھوٹے رسائل لکھے ہیں البتہ ان کی دو کتابیں زیادہ مفصل اور دستیاب ہیں ایک ''الکفایہ فی علم الروایہ'' اور دوسری ''الجامع لآخلاق الراوي وآداب السامع'' ہے، ان کے بعد سب سے اہم اور مرتب کام ابوعمرو بن الصلاحؒ نے کیا، انہوں نے خطیبؒ کی کتابوں اور رسائل کا نچوڑ بہترین ترتیب کے ساتھ اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' جو ''مقدمہ ابن الصلاح'' کے نام سے مشہور ہے پیش کیا ان کی کتاب کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس کے بعد جتنی کتابیں اصول حدیث میں لکھی گئی ہیں ان سب کا براہِ راست یا بالواسطہ ''مقدمہ ابن الصلاح'' سے تعلق ہے۔

چنانچہ حافظ زین الدین عراقی نے اس کی شرح لکھی ''التقیدو الایضاح'' کے نام سے جو کہ نہایت اہم کتاب ہے، اسی طرح انہوں نے ''مقدمہ ابن الصلاح'' کا خلاصہ اشعار میں پیش کر کے ایک اور رسالہ ''الفیتہ الحدیث'' کے نام سے لکھا جس کی شرح امام سخاویؒ نے ''فتح المغیث'' کے نام سے لکھی، امام نوویؒ نے اس کا اختصار دو الگ الگ رسالوں میں پیش کیا ایک کا نام ''الارشاد'' ہے اور دوسرے کا نام ''التقریب'' ہے جس کی شرح جلال الدین سیوطیؒ نے ''تدریب الراوی'' کے نام سے لکھی ہے اور نہایت مفید شرح ہے، آخر میں عصر حاضر کے نامور محدث الدکتور محمود الطحان زید مجدھم نے مذکورہ کتابوں کا خلاصہ ایک سہل انداز میں اپنے رسالہ ''تیسر مصطلح الحدیث'' میں پیش کیا، حافظ ابن حجر کا ''نخبہ'' اور اس کی شرح ''نزھۃ النظر کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے۔

یہ سب کتابیں اور رسائل میں نے آپ کے سامنے تحفہ کی نیت سے پیش کی تا کہ آپ ان کتابوں سے مستفید ہوں۔

کتابت کا آغاز میں نے اپنی ابتدائی تعلیم سے شروع کی اور سب سے پہلے

جس موضوع پر میرا قلم اٹھا وہ ''فن حدیث'' پر اٹھا جو آپ کے سامنے پیش نظر ہے۔ یہ میری پہلی کتاب ہے جس کو میں نے ''۱۸/۱۱/۱۴۴۰'' سے لکھنا شروع کیا، پھر کچھ حالات کی وجہ سے اور مطالعہ کی کمی کی وجہ سے درمیانی وقت میں تاخیر ہوئی لیکن اللہ کے فضل سے ''۱۱/ربیع الثانی ۱۴۴۱'' کو یہ مکمل ہوئی۔ اسی دوران میرا سفر عمرہ کی نیت سے ہوا اور پھر اللہ نے پیش لفظ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی یہ کتاب صحابہ اور محدثین عظام جو ہمارے متقدمین ہیں، ان کی قربانیاں اور تحصیل حدیث میں ان کا کیا طریقہ تھا اور ان کے مجاہدوں پر مشتمل ہے، رہے باقی سب کبار محدثین وہ تو سمندر حضرات ہیں ان کے پاس تو سب ہی کچھ ہے اور یہ صرف ایک قطرہ بے حیثیت ہے، کیونکہ خود مؤلف بھی ایسا ہی ذرۂ بے مقدار ہے اور یہ نا کارہ اپنے بڑوں کی حوصلہ افزائی کا محتاج ہے۔

یا اللہ! اب یہ بندہ صرف آپ ہی کو خوش کرنے کیلئے یہ چھوٹی سی کاوش انجام دے رہا ہے، اس موضوع محنت پر لاکھوں انسان لگے ہوئے ہیں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، سوائے ان چند بے ربط اوراق کے اور میں ہر طرح علم و عمل، اخلاص وعبادت سے خالی ہوں مگر تمنائیں اور جذبات ضرور رکھتا ہوں۔

یا اللہ میرے اوپر رحم فرما اور اپنے محبوبؐ کے خدام میں کہیں جگہ عطا فرما اور ہر طرح کی ریا کاری، نام آوری، شہرت وعزت کی طلب کیلئے دین کا کام کرنے سے محفوظ فرما اور اس کتاب کو مقبول فرما اور مفید تر بنا۔

أدعو اللّٰہ راجباً ۷۱ن یجعل ثواب ھذا العمل القلیل لی ولوالدی وللمومنین الی الحساب الجلیل

العبد المجہول
شیخ فیضان
متدرس ندوۃ العلماء، لکھنؤ
بتاریخ ۱۱/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و تحقیق

استاذ الأساتذہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب دامت برکاتہ
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

عزیز و مکرم مولوی شیخ فیضان نے جو کہ ابھی درجہ خصوصی اولیٰ کے طالب علم ایک مقالہ بعنوان ''تحصیل حدیث میں متقدمین کا طرز'' تحریر کیا ہے۔ الحمد للہ مقالہ میں بہت مواد جمع کرلیا ہے۔ میں نے اسکو حرفاً حرفاً پڑھا اور سنا ہے ابھی چند صفحے اور لکھیں گے۔ میرے نزدیک مقالہ میں بہت مواد جمع کردیا ہے، مقالہ سے عزیز موصوف کا فن حدیث سے تعلق عیاں ہوتا ہے۔ اللہ ان کے اس ذوق کو باقی رکھے اور مزید ترقی عطا فرمائے، نیز انکی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ یہ اس علم سے تعلق رکھنے والوں کیلئے مزید نافع ہوں۔

محمد زکریا سنبھلی
۲۷ / صفر ۱۴۴۱ھ

نوٹ: مقالہ کا لفظ اسلئے استعمال کیا ہے کیونکہ میں نے پوری کتاب براہ راست ان کے سامنے سنائی۔
ابھی چند صفحے اور لکھیں گے، کا مطلب ایک دو صفحات کی کمی تھی وہ بھی مکمل کردی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمات طیبات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

”منهج المتقدمين في فن الحديث“ (کتب احادیث کا تجزیاتی مطالعہ) شیخ فیضان کا مرتب کردہ رسالہ ہے جو مولانا زکریا سنبھلی (استاذ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء) کے افادات کی روشنی میں مرتب کیا ہے، جس میں حدیث کی تعریف، سنت اور حدیث میں فرق، علم الحدیث کی قسموں، صحاح ستہ کی ترتیب، اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے کی تعریف کا تذکرہ ہے، کتاب مختصر مگر مفید ہے، اور لائق قدر کوشش معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

راقم الحروف
محمد رابع حسنی ندوی
۷/ نومبر ۲۰۱۹ء

کلمات تحسین

محدث ومفسر، المدرس بالمسجد الحرام
شیخ محمد مکی الجازي بن محمد خیر محمد الجازي

الحمد للّٰہ وحدہ والصلاۃ علی من لا نبی بعدہ

محترم شیخ فیضان نے اس تالیف ''تحصیل حدیث میں متقدمین کا طرز'' تحریر کیا ہے، بعض مقامات کا مطالعہ کیا، شیخ موصوف کا فن حدیث سے تعلق کارفرما اور اہل علم کیلئے انتہائی اہم اور ضروری معلومات ہیں، خداوند کریم اس محنت کو قبول فرما کر مقبول فرمائیں۔ آمین

محمد مکی حجازی

۲۳ / ربیع الاول ۱۴۴۱ھ

تقریظ انیق

شیخ الحدیث مولانا محمد مظفر احمد قاسمی صاحب دامت برکاتہم
استاذ الاساتذہ (جموں وکشمیر)

عزیز القدر شیخ فیضان ابھی طالب علمی کے ابتدائی مراحل طے کر رہے ہیں حصر اعتبار سے نوآموز ہیں لیکن انکوانکے مطالعہ کے شوق نے مطالعہ پھر حاصل مطالعہ قلمبند کرنے پر آمادہ کیا اور موضوع بھی انہوں نے علم حدیث اور محدثین کے کارنامے کا انتخاب کیا اور ایک مختصر پمفلٹ مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔حرم مدینہ کی ملاقات پر انہوں نے اپنا رسالہ نما پمفلٹ دکھا کر اسپر کچھ لکھنے کو کہا۔طالب علم کے جذبات اور ہم وطن ہونے کے ناطے سے میں نے تحریر رسالہ پڑھا، کچھ مشورے بھی دئے۔ایک طالب علم کی ابتدائی محنت وکاوش کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے حوصلہ افزائی کے خاطر چند سطور مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ان شاءاللہ ایک مفید کام کی چیز امت کے سامنے ایک نونہال کی طرف بطور سوغات کے پیش خدمت ہے۔اللہ انکو قبول فرمائے اور مولف کے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

مظفر احمد قاسمی

۱۲/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

تقریظ اعلیٰ

محدث و مفتی الزمان مولانا ابراہیم احمد قاسمی
مدرس جامعہ غریبہ اعزاز العلوم، ھاپوڑ

حامداً و مصلیاً اما بعد!

بردار مکرم جناب مولوی شیخ فیضان سلمہ اللہ دارلعلوم ندوۃ العلماء کے تخصص کے طالب علم ہیں انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا سنبھلی دامت برکاتہ کی نگرانی میں ''منہج المتقدمین في تحصیل الحدیث'' کے نام سے ایک مختصر سا رسالہ ترتیب دیا ہے، جس میں قرون اولیٰ سے تحصیل حدیث اور جمع و تدوین احادیث کا مرحلہ وار اور طبقہ وار تذکرہ کیا ہے ہر دور کے جامعین احادیث، مصنفین کے زمانے تک اور ان کی مصنفات کے ساتھ مدون اول کی بھی تعین فرمائی ہے، اس طرح صحت کے اعتبار سے تمام کتب احادیث کو پانچ طبقات میں تقسیم کر کے نمبر وار ایک ایک کو ذکر کیا ہے۔ موصوف کی یہ پہل کاوش اور قابل قدر محنت ہے۔ احقر نے بھی حرمین شریفین کے قیام کے دوران کہیں کہیں سے مطالعہ کیا ہے۔ امید ہے کہ اگر موصوف نے مسلسل احادیث سے اپنا شغل بنائے رکھا اور تحریری کام اپنے اساتذہ کرام کی نگرانی میں کرتے رہے تو ایک دن اچھی ترقی کر سکتے ہیں۔ باری تعالیٰ ان کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نواز کر علم میں برکت اور ان کے فیضان کو عام فرمائے۔

والسلام

محمد ابراہیم قاسمی

دورسفر عمرہ مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً)

۲۷/نومبر ۲۰۱۹ء

تائید وتوثیق

مرشدی مولانا شمیم احمد ندوی صاحب دامت برکاتہ

استاذ الحدیث دالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد للّٰہ رب العالمین وبہ نستعین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہٖ اجمعین۔اما بعد

برادر عزیز شیخ فیضان سلمہ اللہ ابھی دارلعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے خصوصی اول کے طالب علم ہیں۔اس مرحلہ میں علم حدیث کا ذوق ہونا اور حدیث نبوی سے ازلی تعلق بھی نبیؐ سے محبت کی علامت ہی نہیں بلکہ عشق رسول کا مظہر ہے۔

یہی عشق رسول ہے جو "منھج المتقدمین في فن الحدیث" کی شکل میں انکے قلم سے نکل آیا ہے۔ یہ وہ کتابچہ ہے جو عزیز موصوف نے استاد گرامی قدر حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کی زیر نگرانی ترتیب دی ہے۔ یہ حجم میں کثیر اور طالبان علوم حدیث کے لئے نہایت مفید اور بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ مفید تر بنا تے۔آمین

شمیم احمد ندوی

۱۵/دسمبر ۲۰۱۹ء

مصنفات و مصنفین

نمبر شمار	تصنیف	مصنف	اشاعت/متوفی
۱	بخاری شریف	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیمؒ	۲۵۶ھ
۲	مسلم شریف	ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ	۲۶۱ھ
۳	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ	۲۷۹ھ
۴	ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ	۲۷۵ھ
۵	نسائی شریف	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب ابن علیؒ	۳۰۳ھ
۶	ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینیؒ	۲۷۳ھ
۷	مشکوٰۃ شریف	ابو عبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ العمریؒ	۷۳۷ھ
۸	فتح الباری	ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ	۸۵۲ھ
۹	مؤطا امام مالکؒ	ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالکؒ	۱۷۹ھ
۱۰	بیہقی	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ	۴۵۸ھ
۱۱	طبرانی	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوبؒ	۳۶۰ھ
۱۲	ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان احمد بن حبانؒ	۳۵۴ھ
۱۳	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	علامہ نورالدین علی بن سلطان محمد ہرویؒ	۱۰۱۴ھ
۱۴	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین الہیثمیؒ	۸۰۷ھ
۱۵	مستدرک حاکم	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوریؒ	۴۰۵ھ

۱۶	درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۱۷	خصائص کبریٰ	علامہ سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۱۸	اُسد الغابہ	علامہ ابن اثیر جزریؒ	۶۳۰ھ
۱۹	تاریخ خمیس	شیخ حسین محمد ابن الحسنؒ	۹۶۶ھ
۲۰	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۳۶۲ھ
۲۱	جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمانؒ	۱۰۹۴ھ
۲۲	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین بن عبد الرحمٰن سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۲۳	احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	۵۰۵ھ
۲۴	قیام اللیل	ابو نصر محمد بن احمد بن علی مروزیؒ	۴۸۴ھ
۲۵	شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ	۲۷۹ھ
۲۶	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبیؒ	۷۴۸ھ
۲۷	بذل المجہود	مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ	۱۳۴۶ھ
۲۸	کتاب الاموال	امام ابو عبید القاسم بن سلاّم	
۲۹	اقامۃ الحجۃ	حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنویؒ	
۳۰	درایہ	حافظ ابن حجرؒ	
۳۱	اصابہ	حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ	۸۵۲ھ
۳۲	قرۃ العیون	شیخ ابو اللیث سمرقندیؒ	۶۰۶ھ
۳۳	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلویؒ	۱۲۳۹ھ
۳۴	تلقیح فہوم اہل الاثر	جمال الدین عبد الرحمٰن بن الجوزیؒ	۵۹۷ھ
۳۵	مسند احمد	ابو عبد اللہ احمد بن محمد حنبلؒ	۲۴۱ھ

۳۶	مقدمہ اوجز المسالک	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ	
۳۷	سنن دارمی	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی دارمیؒ	۲۵۵ھ
۳۸	استیعاب	حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ	۴۶۳ھ
۳۹	الترغیب والترہیب	ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ	۶۵۶ھ
۴۰	مستدرک للحاکم	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوریؒ	۴۰۵ھ
۴۱	الزواجر	امام ابن حجر المکی الہیتمیؒ	۹۷۳ھ
۴۲	مسند بزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزارؒ	۲۹۳ھ
۴۳	مسند ابی یعلی	احمد بن علی بن المثنی الموصلیؒ	۳۰۷ھ
۴۴	سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمدؒ	۳۸۵ھ
۴۵	شرح السنہ	حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعیؒ	۵۱۶ھ
۴۶	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ	۴۳۰ھ
۴۷	رحمۃ المہتداۃ	علامہ ابوالخیر نورالحسن خاں الحسینیؒ	
۴۸	کنز العمال	علامہ علی متقی برہان پوریؒ	۹۷۵ھ
۴۹	مسند ابن خزیمہ	ابوبکر محمد بن اسحاق ابن خزیمہؒ	۳۱۱ھ
۵۰	مسند الفردوس	ابو منصور الدیلمیؒ	
۵۱	زاد السعید ذکر النبی الحبیب	حضرت اقدس تھانویؒ	۱۳۶۲ھ
۵۲	حرز ثمین فی مبشرات النبی الامین	سند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ	۱۱۷۶ھ
۵۳	قصائد قاسمی	قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ	
۵۴	احکام القرآن	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاصؒ	۳۷۰ھ

۵۵	عینی شرح بخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینیؒ	۸۵۵ھ
۵۶	مظاہرحق	نواب قطب الدین خاں بہادرؒ	۱۲۸۹ھ
۵۷	فتاویٰ عالمگیری	از علماء ہندوستان در عہد حضرت عالمگیرؒ	
۵۸	تنبیہ الغافلین	شیخ ابواللیث سمرقندیؒ	۶۰۶ھ
۵۹	حصن حصین	شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری الشافعیؒ	۸۲۳ھ
۶۰	کوکب الدری	حضرت شیخ رشید احمد گنگوہیؒ	
۶۱	حجۃ اللہ البالغہ	مسند ہند شاہ ولی اللہ صاحبؒ	۱۱۷۶ھ
۶۲	مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ	۱۱۷۶ھ
۶۳	جامع الصغیر	ابوالفضل عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطیؒ	۹۱۱ھ
۶۴	تفسیر کبیر	عماد الدین الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ	۷۷۴ھ
۶۵	تفسیر خازن	علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم	۷۴۱ھ
۶۶	ارواحِ ثلاثہ	ترتیب مولانا ظہور الحسن کسولوی مظاہریؒ	
۶۷	تہذیب التہذیب	شیخ الاسلام احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ	۸۵۲ھ
۶۸	مسامرات	شیخ اکبر ابن عربیؒ	
۶۹	مشیر العزم	جمال الدین عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ	۵۹۷ھ
۷۰	الکامل	عزیر الدین علی بن محمد المعروف بابن اثیر جرزیؒ	۶۳۸ھ
۷۱	طبقات	محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ	۹۰۳ھ
۷۲	الدرّ المنضود علی سنن ابی داوٗد	مولانا محمد عاقل صاحب	۱۴۱۳ھ
۷۳	مصنف اللیث بن سعدؒ	للیث بن سعدؒ	۱۷۵ھ
۷۴	مصنف سفیان بن عیینہ	سفیان بن عیینہ	۱۹۸ھ

۷۵	مسند الامام الشافعی	امام شافعیؒ	۲۰۴ھ
۷۶	کشف الباری	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ	۲۰۰۶ء
۷۷	انعام الباری	مفتی تقی عثمانی	۲۰۰۶ء
۷۸	نصر الباری	مولانا محمد عثمان غنی صاحب	۱۴۱۷ھ
۷۹	درس ترمذی	مولانا محمد تقی عثمانی صاحب	۱۹۸۹ء
۸۰	تفہیم المسلم شرح مسلم	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، سید حسین احمد مدنیؒ	
۸۱	التوشیح علی الجامع الصحیح	الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ	۱۴۲۰ھ
۸۲	تحفۃ الالمعی	حضرت مولانا مفتی محمد سعد احمد پالنپوری	
۸۳	مشکوٰۃ المصابیح	الامام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ	۱۴۷ھ
۸۴	فضائل اعمال	حضرت شیخ زکریا مہاجر مدنیؒ	۱۴۰۲ھ
۸۵	عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	ابی عبدالرحمٰن شرف الحق محمد اشرف الصدیقی	۱۳۲۲ھ
۸۶	اختصار علوم الحدیث	ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن شہاب الدین	۷۷۴ھ
۸۷	احساس البلاغۃ	جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری	
۸۸	اعلام الحدیث	امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابیؒ	۱۳۸۸ھ
۸۹	البدایۃ والنہایۃ	حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر	۷۷۴ھ
۹۰	بستان المحدثین	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ	
۹۱	تدریب الراوی	حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۹۲	تدوین حدیث	حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ	
۹۳	تعلیقات علی الرفع والتکمیل	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	

۹۴	الجامع الصغیرفی احادیث البشیر النذیر	حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۹۵	فتح القدیر	امام کمال الدین محمد بن عبدالواجد المعروف ابن الحمام	۸۶۱ھ
۹۶	الفرق بین الفرق	شیخ عبدالقدیر بن طاہر بن محمد بن عبداللہ بغدادی	۴۲۹ھ
۹۷	ہدی الساری مقدمہ فتح الباری	حافظ بن حجر عسقلانیؒ	
۹۸	التقریروالتحبیر	علامہ شمس الدین ابوعبداللہ	۸۷۹ھ

حدیث کا مختصر تعارف

لغت عرب کے ماہر علامہ جوہریؒ نے صحاح میں حدیث کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں ''الحدیث الکلام قلیلہ وکثیرہ وجمعہ احادیث'' یہ حدیث کے لغوی معنی ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے اور حدیث کے اصطلاحی معنی میں علماء کی مختلف عبارتیں ہیں، لیکن یہ اختلافِ اقوال یا تو لفظی ہے یا اعتباری اس موضوع پر سب سے بہترین بحث علامہ طاہر بن صالح الجزائریؒ نے اپنی کتاب "توجيه النظر فی اصول الاثر" میں کی ہے۔ (کتاب دیکھئے)

حضرات محدثین کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے "اقوال رسول اللهﷺ وافعاله واحواله".

اصول فقہ کے نقطۂ نظر سے ایسی روایات کا حدیث کی تعریف سے خارج ہوجانا کچھ مضر نہیں (یعنی آپؐ کا حلیہ مبارک، آپؐ کی ولادت یا وفات کے واقعات کا بیان) کیونکہ علماء اصول فقہ کا مقصد حدیث سے استنباطِ احکام ہے۔

علم درایۃ حدیث کی تعریف جونہایت مختصر وجامع ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس طرح فرمائی ہے "معرفة القواعد المعرّفة بحال الراوی والمروی".

یعنی فن درایت حدیث ان قواعد واصول کا جاننا ہے جن کے ذریعہ سے رواۃ اور روایات کے احوال پہچانے اور پرکھے جاسکیں۔

اسی تعریف کو علامہ سیوطیؒ نے اپنے الفیہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

”علم الحدیث ذو قوانین تعد　　یدریٰ بہا احوال متن و سند

فذانك الموضوع والمقصود　　ان یعرف المقبول والمردود“

ان دو اشعار کے اندر علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض و غایت تینوں چیزیں آ گئیں، یعنی علم اصول حدیث ان چند قوانین کا نام ہے جن سے حدیث کی سند اور متن کے احوال معلوم ہوں اور یہی دو چیزیں یعنی متن اور سند اس علم کا موضوع ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے ”فتح الباری“ میں فرمایا کہ حدیث قدیم کی ضد ہے، کلام اللہ قدیم ہے، اس کے مقابلے میں کلام الرسول کو حدیث کہدیا گیا۔

حافظ سخاویؒ نے بھی ”فتح المغیث“ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن یہ وجہ تسمیہ بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔

علامہ عثمانیؒ نے ”مقدمہ فتح الملہم“ میں ایک لطیف توجیہ ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لفظ حدیث ”واما بنعمۃ ربک فحدث“ سے ماخوذ ہے۔ یہاں ”نعمت سے مراد شرائع کی تعلیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن شرائع کی تعلیم فرمائی ہے ان کو آپؐ دوسروں تک پہنچاتے، آپؐ نے اپنے قول و فعل کے ذریعے اس حکم قرآنی کی تعلیم فرمائی لہٰذا آپؐ کے اقوال و افعال کا نام حدیث“ رکھا گیا۔

بہر حال ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے اقوال و افعال کے لئے لفظ حدیث کا استعمال زمانہ مابعد کی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ خود رسول کریمؐ سے ثابت ہے لہٰذا اس سلسلہ میں دور از کار توجیہات کی کوئی حاجت نہیں۔

علم حدیث کا موضوع

علامہ کرمانیؒ بڑے محدث ہیں، اور حافظ ابن حجرؒ و علامہ عینیؒ وغیرہ سب سے زیادہ مقدم ہیں، انہوں نے شرح بخاری میں علم حدیث کے موضوع کے بارے میں فرمایا

"ھو ذات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی علم حدیث کا موضوع حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔اس پر علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ علامہ کافیجیؒ ہمیشہ تعجب فرماتے تھے کہ انہوں نے ذاتِ رسولؐ کو کیسے علم حدیث کا موضوع قرار دیا، حالانکہ یہ تو علم طب کا موضوع ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ انسان ہیں، اور بدن انسان علم طب کا موضوع ہے،شارح نے علامہ سیوطیؒ کے اپنے استاذ کے اس اشکال کو نقل کرنے کے بعد خود ان کے خاموش رہنے پر تعجب کیا ہے، کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشکال سیوطی کے نزدیک بھی درست ہے، حالانکہ یہ اشکال غلط ہے، اس لئے کہ ذات رسول میں دو چیزیں ہیں۔ ایک ''وصف انسانیت'' اور ایک ''وصف رسالت'' اور کرمانی کی مراد یہ ہے کہ ذاتِ رسول وصف رسالت کے اعتبار سے علم حدیث کا موضوع ہے نہ کہ وصف انسانیت اور بدن کے اعتبار سے،اور ظاہر ہے کہ وصف رسالت کو موضوع طب سے کیا واسطہ؟ اور انسان و بدنِ انسان علم طب کا موضوع ہے، صحت و مرض کے لحاظ سے پس یہ دو چیزیں الگ الگ ہوئیں۔

متقارب الفاظ

جاننا چاہیے یہاں پر چند اصطلاحی الفاظ اور مستعمل ہوتے ہیں یعنی روایت، اثر، خبر اور سنت۔

صحیح یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ علماء حدیث کی اصطلاح میں مرادف ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ جمہور محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث اور خبر دونوں مترادف ہیں، پھر حدیث کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے حضورؐ کے اقوال وافعال ہی کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ اور بعض نے صحابی کے اقوال کو بھی حدیث کی تعریف میں داخل جانا ہے، اور بعض نے تابعین کے اقوال کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث اور خبر میں تباین ہے۔

حدیث "ماجاء عن النبیؐ" اور خبر "ماجاء عن غیرہ".

بعض نے حدیث کو خاص یعنی "ماجاء عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم" اور خبر کو عام یعنی "ماجاء عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وعن غیرہ" کہا ہے۔

سنت اور حدیث میں فرق

بعض نے تو ان کو ایک دوسرے کے مرادف کہا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث کا اطلاق آنحضرتؐ کے صرف اقوال پر ہوتا ہے اور سنت عام ہے، اس کا اطلاق آپؐ کے اقوال وافعال اور احوال سب پر ہوتا ہے، اور اثر کا اطلاق تو محدثین کے یہاں حدیث مرفوع وموقوف دونوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے اپنی کتاب کا نام شرح معانی الآثار رکھا اور اس میں وہ روایات مرفوعہ وموقوفہ سب ہی لاتے ہیں اور بعض علماء نے اثر کو خاص قرار دیا ہے، موقوف کیساتھ مرفوع پر اس کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ نیز حافظ ابن جریر طبریؒ نے اپنی ایک کتاب کا نام "تہذیب الآثار" رکھا ہے، جس میں مرفوع موقوف ہر طرح کی احادیث ہیں، اسی طرح امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ، نسائی، ابن ماجہؒ، بیہقی، دارقطنی اور دارمیؒ وغیرہ نے اپنی کتب کو "السنن" کے نام سے یاد کیا ہے، حالانکہ ان میں قولی احادیث بکثرت موجود ہیں۔

محدثین کا یہ طرز عمل بتلاتا ہے کہ محقق بات یہ ہے کہ عام استعمال میں یہ تمام الفاظ مرادف ہیں اور ایک کو دوسرے کی جگہ بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ بحث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی "انہاء السکن" میں حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبیؒ کی تحقیق اور حاشیہ کے ساتھ موجود ہے۔

علم الحدیث کی تعریف

اس کی ایک مشہور تعریف تو یہ ہے "ھو علم یعرف به اقوال النبیؐ وافعاله

و اقــوالــه‘‘ علامہ کرمانیؒ وعینیؒ نے یہی تعریف لکھی ہے علامہ سیوطیؒ نے اس پر لکھا ہے ’’ہذا غیر مجرد‘‘ یعنی یہ تعریف واضح اور منقح نہیں ہے، ان کا یہ اشکال صحیح ہے، اس لئے کہ یہ تعریف تو سیرت کی ہر کتاب پر صادق آسکتی ہے، خواہ اردو میں ہو یا عربی میں ہو، سند سے ہو یا بلا سند کے، اور خود علامہ سیوطیؒ نے اس کی ایک دوسری تعریف بیان کی ہے جس پر کوئی اشکال نہیں ہے اور سنن ابوداؤد کے نزدیک سب سے بہتر وہی ہے ’’هو علم يشتمل على اقوال النبیؐ وافعاله وروايتها وضطها وتحرير الفاظها‘‘.

یعنی علم روایت حدیث وہ فن ہے جس میں آنحضرتؐ کے اقوال وافعال کو صحت الفاظ اور تحقیق سند کے ساتھ نقل کیا جائے، غالباً اس تعریف میں احوال کو اختصاراً حذف کر دیا گیا ہے اور حضورؐ کی تقریر جو حدیث میں داخل ہے گو، یہاں مذکور نہیں ہے لیکن آپ کی تقریرات افعال میں آسکتی ہیں، اس لئے کہ تقریر کہتے ہیں سکوت اور ترک نکیر کو اور یہ بھی فعل ’’من الافعال‘‘ ہے۔

علم الحدیث کی ابتداً دو قسمیں

یہاں پر یہ بھی قابل ذکر ہے کہ علم الحدیث کو منقسم کر دیا گیا۔ علامہ ابن الاکفانیؒ نے ارشاد القاصد میں لکھا ہے:

علم روایۃ الحدیث

علم درایۃ الحدیث

بہر حال یہ محدثین کے درمیان لمبی بحث ہے یہاں پر اختصاراً مذکور ہے۔

حدیث کے بارے میں معلوم ہونا وہ فلاں کتاب میں فلاں سند سے فلاں الفاظ کے ساتھ مروی ہے یہ روایۃ علم الحدیث ہے۔ اور اس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یا مشہور، صحیح ہے یا ضعیف، متصل ہے یا منقطع اس کے رجال ثقہ ہیں یا

غیر ثقہ نیز اس حدیث سے کیا کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے اگر ہے تو کیونکر رفع کیا جاسکتا ہے، یہ سب باتیں ''علم درایۃ الحدیث'' سے متعلق ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رہے علم درایۃ الحدیث کو بھی منقسم کر دیا گیا ہے چونکہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے اس لئے صرف یہ یاد رکھیں کہ اس کو دو شاخوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

علم اصول الحدیث جس میں روایت کی اسنادی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے۔

علم فقہ الحدیث جس میں کسی حدیث سے احکام و مسائل مستنبط کئے جاتے ہیں۔

علماء نے فرمایا کہ علوم کی اولاً دو قسمیں ہیں، علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں، عالیہ اور آلیہ، علوم عالیہ عقلیہ جیسے فلسفہ، رمل، جفر، نجوم وغیرہ اور علوم آلیہ عقلیہ جیسے منطق اور آلیہ نقلیہ جیسے علوم عربیت مثلاً صرف ونحو اور بلاغت اور علوم عالیہ نقلیہ جیسے تفسیر و حدیث اور فقہ وغیرہ، ان میں اشرف ترین یہ آخری قسم ہے اور علم حدیث اسی سے متعلق ہے۔

ان سب علوم کو حاصل کرنے کے بعد یہ بھی معلوم ہو کہ اصل اور آسان اور واضح نسخہ جو حدیث کے لئے استعمال ہو، وہ کیا ہے۔ اس کو ''انعام الباری'' جو مفتی تقی عثمانی کی مرتب کی گئی ہے لکھا ہے حضورؐ کی احادیث دراصل قرآن ہی کی تفسیر اور اس کے مجملات کی تفصیل ہیں۔ لہٰذا اگر احادیث صحیح طریقہ سے پڑھ لیا جائے، سمجھ لی جائے تو بالآخر وہی احادیث قرآن کریم کا علم عطا کرنے کی وجہ بن جاتی ہیں۔

اب تک جتنی بھی تفصیلات آئی ان میں صرف حدیث، اور علم الحدیث کو بیان کیا گیا۔ اب اصل موضوع جن پر یہ ساری تفصیلات منحصر ہے، وہ تحصیل علم حدیث ہے۔

تحصیل حدیث

جتنی بھی احادیث اور دیگر علوم ہیں، یہ سب ایک پکی پکائی روٹی کی شکل

میں ہمارے پاس موجود ہیں، کتابت-عمدہ طباعت اوراعلیٰ مجلد چھپی ہوتی ہے لیکن اس موقع پراس بات کوفراموش نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کا ہر وقت استحضار کرنا چاہئے کہ یہ وہ علم ہے جس کے حصول کے لئے صحابۂ کرامؓ وتابعین رحمہم اللہ اوران کے بعد حضرات محدثین کرام نے اتنی محنتیں اور مشقتیں اٹھائی ہیں کہ آج ہم اورآپ اس کا تصور کرکے بھی لرزا ٹھتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ اجمعین وکبارتابعین کے یہاں تو تدوین اورترتیب کا سلسلہ نہیں تھا، ان کے یہاں تو علوم نبویہ سینوں میں محفوظ تھے، تصنیف وتالیف کا ان کے یہاں دستور نہ تھا اس لئے کہ عربوں اور متقدمین کے حافظے بڑے قوی ہوتے تھے، ان کو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟

صحیح بخاری میں حضرت جعفر بن عمرو الغمیر ی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبیداللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ حضرت وحشیؓ سے ملنے گیا، عبیداللہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں، تو وحشیؓ نے فرمایا میں آپ کو پہچانتا تو نہیں البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ آج سے سالہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن الخیار نامی ایک شخص کے یہاں گیا تھا اس دن عدی کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچہ کو چادر میں لپیٹ کراس کی مرضعہ کے پاس لے گیا تھا، بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا، صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے، تمہارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے بہت مشابہ ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جو قوم اتنی معمولی باتوں کو اتنے وثوق کے ساتھ یادرکھتی ہو وہ آنحضرتؐ کے اقوال وافعال یادرکھنے کا کتنا اہتمام کرے گی جب کہ وہ انہیں اپنے لئے راہ نجات سمجھتے ہوں۔

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ابوہریرۃؓ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا اورانہیں بلاکر احادیث بیان کرنے کی درخواست کی، حضرت ابوہریرۃؓ نے بہت سی احادیث سنائیں، ایک کاتب ان کو لکھتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابوہریرۃؓ چلے گئے، عبدالملک نے اگلے سال انھیں پھر بلوایا،

اوران سے کہا کہ جو احادیث آپ نے پچھلے سال لکھوائی تھیں وہی احادیث اسی ترتیب کے ساتھ سنایئے، حضرت ابوہریرہؓ نے پھر احادیث سنانی شروع کیں، کاتب اپنی کتاب سے ان کا مقابلہ کرتا رہا کسی جگہ ایک حرف ایک نقطہ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں کی، انتہا یہ ہے کہ ترتیب بالکل وہی تھی اور کوئی حدیث مقدم مؤخر نہیں ہوئی۔

غرض یہ کہ اس وقت عام طور سے احادیث صحابۂ کرام وتابعین کے سینوں میں محفوظ تھیں، صحابی اور تابعین جب دنیا سے رخصت ہونے لگے اور قریب تھا کہ دنیا صحابہ کے متبرک نفوس سے خالی ہو جائے اس لئے کہ حضورؐ کے وصال کو تقریباً سو برس ہو رہے تھے۔

حصول حدیث کیلئے خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیزؒ کی تحریک

۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس اندیشہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ ان متبرک ہستیوں کے اٹھنے کے ساتھ یہ علوم بھی جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں ان کے ساتھ قبروں میں چلے جائیں۔اس لئے انہوں نے ۹۹ھ میں اپنے زیر اثر ممالک کے علماء وحفاظ حدیث کے نام فرامین روانہ فرمائے کہ حضور اقدسؐ کی احادیث کو جمع کیا جائے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ”باب کیف یقبض العلم“ کے ذیل میں تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔

”کتب عمربن عبدالعزیز الی ابی بکر بن حزم انظر ما کان من حدیث رسول اللّٰہؐ فاکتبہ لی فانی خفت دروس العلم و ذھاب العلماء“ یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن حزمؒ کے نام فرمان بھیجا کہ نبی کریمؐ کی احادیث کو تلاش کرو، ان کو لکھ کر میرے پاس بھیجو، اس لئے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ خلیفہ عادل کی تحریک پر اس وقت کے حضرات محدثین نے احادیث

کو جمع کیا، ان میں دو نام زیادہ مشہور اور منقول ہیں ایک ''ابن شہاب الزہریؒ'' جن کا پورا نام محمد بن مسلم ابن شہاب الزہریؒ'' دوسرے ابوبکر بن حزمؒ ہیں۔

حصول حدیث تدوین کے ذریعے

علامہ سیوطیؒ نے ''تدریب الراوی'' میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ''اما جمع حدیث الی مثلہ فقد سبق الیہ الشعبی'' **یعنی صرف ایک مضمون کی احادیث کو جمع کرنے کا کام سب سے پہلے شعبی نے کیا ہے، اور انہوں نے اطلاق سے متعلق احادیث کو جمع کیا اور لکھا** ''ھذا باب من الاطلاق جسیم'' **یعنی احادیث متعلقہ باطلاق کا یہ ایک بہت بڑا باب ہے۔**

تدوین اول (تدوین علی الاطلاق)

محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب کا نام جو پہلے آچکا ہے، ان کی وفات ۱۲۵ھ میں ہے، یہ حضورؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے قبیلے بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے ان کو زہری کہا جاتا ہے، اور ابن شہاب بھی کہا جاتا ہے، چونکہ ان کے جد امجد شہاب بہت مشہور آدمی تھے اس لئے اکثر ان کی طرف نسبت کر کے ان کو ابن شہاب زہری کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص:۱۰۸، تہذیب الکمال، فتح الباری)

حافظ ابن حجر نے فرمایا ''اتفقوا علی اتقانہ و امامتہ'' **عمر بن عبدالعزیز کا ان کے بارے میں ارشاد ہے** ''لم یبق أحد أعلم بسنۃ ماضیۃ من الزھری'' **اور تذکرۃ الحفاظ میں حضرت لیث بن سعد کا قول بھی ان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔** ''ما رأیت عالماً قط أجمع من الزھری وان حدث عن القرآن والسنۃ فکذلک'' **یعنی زہری**

جیسا جامعیت کا حامل میں نے کسی عالم کونہیں دیکھا، اورقرآن وحدیث کو بیان کرنے والا ان سے بہتر کوئی نہیں پایا۔(فتح الباری)۔یہی ابن شہاب زہری "اول من دون الحدیث" کے مصداق ہیں۔حافظ ابن حجرؒ نے باب ''کتابۃ العلم'' میں انہی کومدون اول قرار دیا ہے۔اسی طرح ابونعیم نے ''حلیۃ الأ ولیاء'' میں امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے کہ مدون اول ابن شہاب زہری ہیں۔

مدون اول کی حیثیت سے جو پہلے گزر چکا دوسرا نام ابوبکر بن حزمؒ کا آتا ہے۔ان کی وفات ۱۲۰ھ میں ہے، یہ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے، عالم، فاضل، متقی، عابد اورشب زندہ دار تھے۔ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس سال تک یہ کبھی رات کو بستر پرنہیں لیٹتے۔امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ مدینہ منورہ میں ان سے زیادہ کسی کو قضاء کا علم نہیں تھا۔

اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ''امراء الأ جناد'' یعنی سپہ سالاروں کوحکم دیا کہ احادیث رسولؐ کی کتابت کا اہتمام کرائیں۔اس لئے کہا جائے گا کہ جمع احادیث کا حکم صرف ابوبکر بن حزم ہی کونہیں دیا گیا تھا جیسا کہ بخاری میں ہے، بلکہ دوسرے حضرات کو بھی یہی ہدایت کی گئی تھی اوران میں ابن شہاب زہری بھی داخل ہیں۔ پھر ہوا یہ کہ ابن شہاب زہری نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے احادیث جمع کیں اوران کو عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا اوران کی نقلیں تیار کرائیں اورآفاق میں تقسیم کیں جیسا کہ امام مالکؒ نے ذکر فرمایا ہے۔

باقی ابوبکر بن حزمؒ کے متعلق حافظ ابن عبدالبرؒ نے ''التمھید شرح مؤطا'' میں نقل کیا ہے "فتوفی عمرو قد کتب ابن حزم کتباً قبل أن یبعث بھا الیه" لہٰذا معلوم ہوا کہ ابن شہاب زہری کی نوشتہ حدیثیں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس پہنچی ہے اوران کو تقسیم کیا گیا ہے۔ اورابن حزم کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی، ان کی لکھی ہوئی احادیث عمر بن

عبدالعزیزؒ کے پاس نہیں پہنچ پائیں اور نہ ان کو تقسیم کیا جا سکا، اس لئے مدون اول کا اطلاق ابن شہاب پر ہوگا، ابوبکر بن حزم پر نہیں۔

یہ پہلا دور تھا جس کو تدوین علی الاطلاق کہا جائے گا، یعنی کیف ما انفق ہر نوع کی روایات واحادیث کو بلا کسی خاص ترتیب اور مضمون کی رعایت کے یکجا کتابی شکل میں جمع کرنا۔ یہ دور پہلی صدی کے اختتام پر پایا گیا۔

تدوین دوم (تدوین علی الابواب)

یہ دوسرا دور تھا اس میں احادیث کے مخلوط ذخیروں میں سے ہر مضمون کی حدیثیں الگ الگ چھانٹ کر الگ الگ ابواب میں ترتیب دی گئیں۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ علاحدہ، کتاب الزکوٰۃ علاحدہ اختصاراً ان حضرات کا ذکر ہے جنہوں نے تدوین علی الابواب کا کام کیا ان میں سے زیادہ مشہور ''ابن جریجؒ ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے، ہشیم بن بشیر الواسطیؒ، معمر بن راشد الیمنیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ ہیں۔ یہ دور دوسری صدی کے وسط میں پایا گیا۔

تدوین سوم (تدوین علی الصحاح)

یہ تیسرا دور تھا اس میں حضرات محدثین نے یہ اہتمام کیا کہ موجودہ ذخیروں میں سے احادیث صحیحہ کو سقیمہ سے ممتاز کیا جائے، اور صرف صحیح احادیث کا الگ انتخاب کیا جائے، اس تدوین کو حاصل کرنے میں جو مشہور نام سب سے پہلے آیا ہے وہ نامی اسم گرامی حضرت امام بخاریؒ کا ہے اور اس کے بعد امام مسلمؒ کا ہے۔ یہ طبقہ تقریباً ۱۵۰ھ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہ دور تیسری صدی کے اوائل میں پایا گیا۔ اس کی بہترین نظیر مؤطا امام مالکؒ ہے۔ کچھ اور نام بھی ''نصر الباری'' میں مذکور ہیں۔

اس کے بعد تقریباً ۲۰۰ھ میں ایک جماعت کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ صرف احادیث رسول کو جمع کیا جائے تو عبداللہ بن موسیٰ عبسی نے مسند لکھی، پھر نعیم بن حماد خزاعی نے ایک مسند لکھی، پھر تو مسانید کا سلسلہ شروع ہو گیا اور بکثرت مسانید لکھی گئیں۔ جن میں مسند ابن حنبل بہت مشہور و معروف ہے۔ان حضرات نے اگر چہ صرف احادیث مرفوعہ کو جمع کیا لیکن صحت کا التزام نہیں کیا، ان کی کتابیں صحاح حسان اور ضعاف سب پر مشتمل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ تیسری صدی میں تدوین حدیث کا کام اپنے شباب پر پہنچ گیا۔ایک مرتبہ اسحٰق بن راہویہؒ کی مجلس میں اس کا ذکر ہوا اور کسی نے خیال ظاہر کیا کہ صحیح حدیث کا غیر صحیح سے امتیاز عام لوگوں کے لئے دشوار ہوتا ہے اس لئے کوئی کتاب ایسی ہونی چاہئے کہ جس میں صرف صحیح مرفوعات ہوں، امام اسحاقؒ نے اپنے شاگردوں کو خطاب کر کے کہا کہ تم میں سے جو اس کام کو کرنا چاہے اس کو ضرور کرنا چاہئے۔ اس مجلس میں امام بخاریؒ موجود تھے، انہوں نے اسی وقت دل میں ارادہ کر لیا اور صحیح مجرد جمع کرنے کا اہتمام کیا پھر تو بہت سے محدثین نے امام بخاریؒ کی اقتداء کی اور صحیح مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی تالیف ہوئی۔

ان تینوں ادوار (طبقات ثلاثہ) کا ذکر علامہ سیوطیؒ نے اپنے الفیہ میں اس طرح فرمایا:

”اول جامع الحدیث والاثر　　ابن شهاب امر له عمر

واول الجامع للابواب　　جماعة فی العصر ذواقتراب

کابن جریج وهشیم مالك　　ومحمد وولد المبارك

واول الجامع اقتصار　　علی الصحیح فقط البخاری

یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے حدیث کو جمع کرنے والی سب سے پہلی

ہستی ابن شہاب الزہری کی ہے اور خاص ابواب کی ترتیب پر سب سے پہلے احادیث کو جمع کرنے والے حضرات کی ایک جماعت ہے جو تقریباً ہم زمانہ ہیں۔ جیسے ابن جریج، ہشیمؒ، امام مالکؒ، معمر بن راشد الیمنیؒ اور عبداللہ ابن مبارکؒ اور صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے والوں کے پیش رو حضرت امام بخاریؒ ہیں۔

حفاظت حدیث کتابت کے ذریعے

احادیث کی حفاظت کتابت کے ذریعے سے بھی کی گئی اور تاریخی طور پر کتابتِ احادیث کو چار مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) متفرق طور سے احادیث کو قلمبند کرنا۔

(۲) کسی ایک شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا، جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

(۳) احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب کے جمع کرنا۔

(۴) احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرنا۔

کتابت حدیث کے دوران منکرین حدیث نے اشکالات کھڑے کئے اور کتابت حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور صحیح مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”لا تکتبوا عنّی و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه“۔ منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ کا کتابت حدیث سے منع فرمانا اس کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں۔ منکرین حدیث کے اس نوع کے اشکالات وتفوہات کے ہمارے علماء نے جواب دیئے ہیں۔ مستقل کتابیں چھپی ہیں۔ ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ منکرین کی جانب سے یہ سراسر مغالطہ ہے وہ کتابتِ حدیث اور تدوین حدیث میں فرق نہیں کر رہے ہیں حالانکہ دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ کتابتِ

حدیث کا سلسلہ حضورؐ کی حیات طیبہ ہی سے شروع ہو چکا تھا، بہت سی صحاح اس پر دال ہیں اور اکثر مصنفین صحاح ستہ نے کتاب العلم کے عنوان سے مستقل ابواب قائم فرمائے ہیں۔

(۱) جامع ترمذی میں امام ترمذیؒ نے ابواب علم میں اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ "باب ماجاء فی الرخصة فيه"، جس میں ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے۔

(۲) امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں اور امام حاکمؒ مستدرک۔ کتاب العلم الامر بکتابۃ الحدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت نقل کی ہے۔

(۳) امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں باب کتابۃ العلم کے ذیل میں تین احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

سب سے پہلے حضرت ابو جحیفہؓ کی روایت نقل کی ہے جو شاگرد ہیں حضرت علیؓ کے انہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ (جس میں احادیث نبویہ یا بعض خصوصی احکام اہل بیت سے متعلق لکھے ہوئے ہوں)۔ اس پر حضرت علیؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ میرے پاس کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے سوائے کتاب اللہ کے کہ وہ لکھی ہوئی موجود ہے، یا ہمارے پاس وہ فہم اور سمجھ ہے جو ایک مسلمان شخص کو عطا کی گئی ہو یا وہ امور ہیں جو اس صحیفہ میں درج ہیں۔ حضرت ابو جحیفہؓ نے پوچھا "وما فی هذه الصحيفة" اس صحیفہ میں کیا باتیں ہیں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا "العقل وفكاك الاسير وان لايقتل مسلم بكافر" یعنی دیات وقصاص اور قیدیوں سے متعلق بعض احکام ہیں اور نسائی کی روایت میں ہے، "فاخرج كتاباً من قراب سيفه" یعنی حضرت علیؓ نے اپنی تلوار کی میان سے ایک نوشتہ نکال کر دکھایا۔

ابو جحیفہ کے اس سوال کا منشا یہ تھا کہ حضرت علیؓ کے بارے میں بہت سے لوگ یہ کہتے تھے کہ ان کے پاس مخصوص علوم ہیں۔ اور حضورؐ نے ان کو کچھ خاص وصیتیں فرمائی ہیں، جیسا کہ روافض کہتے ہیں حضرت علیؓ نے اپنے جواب میں اس کی پوری پوری تردید

فرمادی۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ والے سال مکہ میں ایک رجل خزاعی نے رجل لیثی (قبیلہ خزاء کے ایک شخص نے بنولیث کے ایک شخص) کو قتل کردیا تھا تو اس موقع پر حضور اقدسؐ نے حرم محترم کی حرمت اور تعظیم کے بارے میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اس وقت ایک یمنی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ خطبہ مجھ کو لکھ دیجئے، اس پر آپؐ نے فرمایا ''اکتبوا لابی شاہ'' کہ یہ خطبہ ان کو لکھ کر دیا جائے۔

تیسری حدیث بھی ابو ہریرہؓ ہی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث روایت کرنے والا نہیں ہے، بجز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اس لئے کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

بخاری کی روایت میں تو صرف اتنا ہی ہے، اور سنن ابوداؤد کی روایات میں اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ خود فرماتے ہیں حضور اقدسؐ کی ہر بات کو لکھا کرتا تھا، تو مجھ کو بعض قریش نے اس سے منع کیا کہ حضورؐ بعض مرتبہ غصہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ فرطِ خوشی میں ہوتے ہیں۔ غرضیکہ ہر حالت کی بات قابل نقل نہیں ہوا کرتی، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ذر جناب رسولؐ سے کیا، آپ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ نہیں ضرور لکھ لیا کرو خواہ غضب کی حالت ہو خواہ رضا کی ''فانی لااقول فیھما الا حقاً'' کہ میری زبان سے ہر حال میں حق بات ہی نکلتی ہے۔

سنن نسائی کی ایک روایت سے بھی انکی تائید ہوتی ہے جو امام نسائی نے ''کتاب الصلوٰۃ باب الحافظۃ علی صلوٰۃ العصر'' میں نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے ایک غلام کو قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا اور جب وہ اس آیت پر پہنچا کہ ''حافظوا علی

الـصـلـوات والـصـلـوٰة الوسطیٰ" تو حضرت عائشہؓ نے لفظ وسطیٰ کے بعد "وصلوٰۃ العصر" بڑھانے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ بھی آپ کی بیان فرمودہ تشریحات اسی طرح لکھ لیتے ہوں گے۔

عہد صحابہ میں حدیث کے کئی مجموعے جو ذاتی نوعیت کے تھے، تیار ہو چکے تھے، اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الصحیفۃ الصادقۃ

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا اس کا نام "الصحیفۃ الصادقۃ" رکھا تھا، یہ عہد صحابہؓ کے حدیثی مجموعوں میں سب سے زیادہ ضخیم صحیفہ تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم باب کتابۃ العلم) میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں "مـامـن اصـحـاب النبیؐ احداً کثیر حدیثا عنه (ای عن النبیؐ) منی الا ما کان من عبداللّٰہ بن عمرو فانه کان یکتب و لااکتب".

اس سے معلوم ہوا حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کی احادیث حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث سے زیادہ تھیں، حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کی تعداد حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ سے زیادہ اور وہ حضرت ابو ہریرہؓ کا خیال ہے کہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ یا پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔ اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ الصحیفۃ الصادقۃ کی احادیث ابو ہریرہؓ کی احادیث سے زیادہ ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ میں تھے جو اس دور میں طالبانِ علم دین کا مرکز تھا، اس لئے انہیں روایت حدیث کے مواقع زیادہ ملے، اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ شام میں رہے جہاں حدیث کے طلباء کا اتنا رجوع نہ ہو سکا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اس صحیفہ کو نہایت حفاظت سے رکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد یہ صحیفہ ان کے پڑپوتے حضرت عمرو بن شعیب کے پاس منتقل

ہوا۔ جو اکثر "عن ابیه عن جده" کی سند سے احادیث روایت کرتے ہیں، بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب التہذیب" میں امام یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے، کہ جو حدیث بھی "عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده" کی سند سے آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ صحیفہ صادقہ کی حدیث ہے۔ یہ صحابی عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ان عابدوں اور زاہدوں میں تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کر دیتے تھے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے، حضورؐ نے ان کو پھر تنبیہ کی کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائے گا۔ کثرتِ عبادت کے باوجود ابو ہریرہؓ فرماتے عبداللہ بن عمروؓ کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں ہیں۔

(۲) کتاب الصدقہ

سنن ابی داؤد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپؐ نے اپنے عمّال کو بھیجنے کے لئے لکھوائی تھی، لیکن ابھی آپ بھجوا نہ سکے تھے کہ آپؐ کی وفات ہوگئی، آپؐ کے بعد یہ کتاب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہی پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئی، پھر ان کے دو صاجبزادوں حضرت عبداللہ اور عبیداللہ کے پاس آئی، پھر ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حاصل کر کے اس کی نقل کی اور ان سے حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس منتقل ہوئی، حضرت سالم سے امام ابن شہاب زہریؒ نے اسے حفظ کیا اور دوسروں کو پڑھایا۔

(۳) صحیفہ عمرو بن حزم

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو نجران کا عامل بنا کر بھیجا تو ایک صحیفہ ان کے حوالے کیا، جو آپؐ کی احادیث پر مشتمل تھا، اور اسے حضرت ابی بن کعبؓ نے لکھا تھا، ابوداؤد وغیرہ میں اس صحیفہ کے جو اقتباسات آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

میں طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج وعمرہ، جہاد، سیر ومغانم وغیرہ سے متعلق احادیث درج تھیں۔

(۴) صحیفہ ابن عباسؓ

طبقات ابن سعد میں حضرت کریب بن ابی مسلم کا جو ابن عباسؓ کے مولیٰ تھے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ انہیں حضرت ابن عباسؓ کی کتابوں کا اتنا ذخیرہ ملا تھا جو پورے ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔

(۵) صحیفہ ابن مسعودؓ

علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود نے ایک کتاب نکالی اور فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی لکھی ہوئی ہے۔

(٦) صحیفہ جابر بن عبداللہؓ

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت جابرؓ نے حج کے احکام پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ اس کا ذکر امام بخاریؒ نے ''تاریخ کبیر'' میں حضرت معمرؒ سے نقل کیا ہے۔

یہ سب صحیفہ جو آپ کے سامنے اختصاراً پیش کی گئی ہے، یہ کتابت کی دلالت کے لئے کافی ہے لیکن حضرت ابو ہریرہؓ جن کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ''امام المحدثین'' ہیں ان کے صحیفہ بھی کتابوں کے اندر موجود ہے۔ جس کو ''صحف ابی ہریرہؓ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(۷) صحف ابی ہریرہؓ

امام حاکمؒ نے مستدرک میں اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں حضرت حسن بن عمرو کا یہ واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے

ایک حدیث بیان کی، حضرت ابوہریرہؓ نے اس حدیث سے ناواقفیت کا اظہار فرمایا میں نے عرض کیا میں نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے، اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہوگی تو میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی، چنانچہ وہ کچھ کتابیں نکال کر لے آئے جن میں احادیث درج تھیں، ان میں تلاش کیا تو وہ حدیث مل گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں، لیکن اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد پیچھے گزر چکا ہے کہ میں احادیث نہیں لکھا کرتا تھا، پھر اس روایت کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب کتابوں میں یہ ملا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ عہد رسالتؐ اور خلفاء کے ابتدائی دور میں احادیث نہیں لکھتے تھے لیکن آخری عمر میں یہ خیال ہوا ہوگا کہ کہیں میں یہ روایتیں بھول نہ جاؤں اس لئے انہوں نے اپنی مرویات کو جمع کر دیا لہٰذا کوئی تعارض نہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف کئی صحیفے منسوب ہیں۔ جو اختصاراً صرف نام مذکور کر رہا ہوں۔

(۱) مسند ابی ہریرہؓ

(۲) مؤلف بشیر بن نہیک

(۳) صحیفہ عبدالملک بن مروان

(۴) صحیفہ ہمام بن منبّہ

لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہوکر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضورؐ کا وصال ہوا، اس کے باوجود اتنی حدیثوں کا یاد ہونا کمال نظر ہے۔

طبقات کتب الحدیث باعتبار الصحۃ

اس مضمون میں یہ ہے کہ حدیث کی کونسی کتاب صحت کے اعتبار سے کیا درجہ رکھتی ہے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے "ماجعب حفظہ للناظر" میں کتب حدیث کو پانچ

طبقات میں منقسم کیا ہے۔

طبقہ اولیٰ

یہ وہ کتابوں کا مجموعہ ہے جس میں تمام احادیث صحیح کی شرائط پر پوری اترتی ہیں، ایسی کتابوں کو ''صحاح مجردہ'' کہتے ہیں، چنانچہ اس طبقہ کی کتابوں میں ہر حدیث کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کی مؤلف کے نزدیک صحیح ہے۔اس طبقہ میں مندرجہ ذیل کتابوں کو شامل کیا جاتا ہے جو اختصاراً آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ بہت سے لوگ اختلاف کرتے ہیں کہ صحیح احادیث کو حاصل کرنے کے لئے کونسی کونسی کتابیں پڑھی جائیں، وہ لوگ ان کتابوں کو نظر کرلے۔

(۱) صحیح بخاری

(۲) صحیح مسلم

(۳) مؤطا

(۴) مستدرک حاکم۔نصف صحیح، ایک رابع رجال قابل استدلال، ایک چوتھائی ضعیف۔

(۵) صحیح ابن حبان

(۶) صحیح ابن خزیمہ

(۷) المنتقی لابی عبداللہ ابن الجادود

(۸) المنتقی للقاسم بن اصبغ

(۹) المختارۃ لضیاء الدین المقدسی

(۱۰) صحیح ابن السکن

(۱۱) صحیح ابن العوانہ

البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کتابوں کو صحاح مجردہ میں شمار کرنا اس اعتبار سے ہے کہ ان کے مؤلفین نے صرف وہ احادیث لی ہیں جو ان کے اپنے زعم میں صحیح تھیں، لیکن نفس الامر میں ان کا ہونا ضروری نہیں۔ جہاں تک صحیحین اور مؤطا کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کی تقریباً تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں۔

دوسرا طبقہ

اس طبقہ میں وہ کتابیں آتی ہیں جن کے مولفین نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث درجہ حسن سے کم نہ آنے پائے اور اگر کوئی حدیث ضعیف آ گئی ہے تو انہوں نے اس کے ضعف پر تنبیہ کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس طبقہ میں مندرجہ ذیل کتابوں کو شامل کیا ہے جو اختصاراً آپ کے سامنے پیش ہیں:

۱۔ سنن نسائی

۲۔ سنن ابی داؤد

۳۔ جامع ترمذی

تیسرا طبقہ

اس طبقہ میں وہ کتابیں آتی ہیں جن میں ہر طرح کی احادیث موجود ہیں، اس طبقہ کی کتابوں کا مختصر تعارف ضروری ہے۔

۱۔ سنن ابن ماجہ: بہت سی احادیث ضعیف اور منکر ہیں یہاں تک کہ اس میں کم از کم انیس روایات موضوع بھی ہیں۔

۲۔ سنن دارقطنی: اس میں بھی ہر قسم کی رطب ویابس احادیث موجود ہیں، لیکن عموماً امام دارقطنیؒ احادیث کا ضعیف پر تنبیہ کر دیتے ہیں۔

۳۔السنن الکبری للبیہقی

۴۔مصنف عبدالرزاقؒ

۵۔مصنف ابن ابی شیبہؒ

۶۔مسند اطیالسیؒ

۷۔سنن سعید بن منصورؒ

۸۔مسند الحمیدیؒ

۹۔معاجم طبرانیؒ

یہ چند کتابیں تو وہ تھیں جن کے حوالے بکثرت آتے ہیں، ان کے علاوہ بہت سی مزید کتابیں اس طبقہ میں داخل ہیں جن میں سے مسند بزار، مسند ابویعلی الموصلی، مسند عبد بن حمید، مسند احمد ابن منیع، حلیۃ الاولیا لابی نعیم، دلائل النبوۃ لابی نعیم وللبیہقی، مسند ابن جریر اورانہی کی تہذیب الآثار وغیرہ کتابیں ہیں جو تیسرا طبقہ میں شمار کی جاتی ہیں۔

چوتھا طبقہ

ان کتابوں کا ہے جن کی احادیث کی اکثریت ضعیف ہے، ان میں جو کتابیں شمار ہوتی ہیں وہ مندرجہ ذیل مذکور ہیں:

۱۔نوادرالاصول فی احادیث الرسول

۲۔الکامل

۳۔الضعفا للعقیلیؒ

۴۔مسند الفردوس

۵۔تاریخ الخلفاء

۶۔تاریخ دمشق

۷۔تاریخ بغداد

پانچواں طبقہ

یہ طبقہ موضوعات کے تذکرے میں لکھی گئی ہیں۔

قوت سند کے اعتبار سے ''صحاح ستہ'' کی ترتیب

(۱) بخاری شریف: امام بخاریؒ کا معمول یہ ہے کہ وہ مستقلاً صرف پہلے طبقے کی احادیث لاتے ہیں، (قوی الضبط کثیر الملازمہ) یعنی جن کا حافظہ بھی قوی ہو اور انہوں نے اپنے استاد و شیخ کی صحبت بھی زیادہ حاصل کی ہو۔ البتہ کبھی کبھی استشہاد کے طور پر دوسرے طبقہ کو بھی لے آتے ہیں (قوی الضبط قلیل الملازمہ) یعنی جن کا حافظہ تو قوی ہو لیکن انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت زیادہ حاصل نہ کی ہو، اس لئے صحت کے اعتبار سے ان کی جامع سب پر مقدم ہے۔

(۲) مسلم شریف: امام مسلمؒ پہلے دونوں طبقوں کو تو بلا تکلف لاتے ہیں البتہ انہوں نے کہیں کہیں شاذ و نادر بطور استشہاد تیسرے طبقہ کو بھی لیا ہے۔ (قلیل الضبط کثیر الملازمہ) یعنی جن کا حافظ کمزور ہو، البتہ انہوں نے اپنے شیوخ کی صحبت زیادہ حاصل کی ہو۔ اس لئے صحت کے اعتبار سے ان کی کتاب دوسرے نمبر پر ہے۔

(۳) نسائی شریف: امام نسائی پہلے تین طبقوں کو مستقلاً لاتے ہیں اس لئے ان کی کتاب تیسرے نمبر پر ہے۔

(۴) ابوداؤد شریف: امام ابوداؤد نے چونکہ تینوں طبقات کے ساتھ استشہاد کے طور پر طبقہ رابعہ کی روایات بھی لی ہیں (قلیل الضبط قلیل الملازمہ) یعنی جن کا حافظ تو کم ہو ہی، اس کے علاوہ انہوں نے صحبت شیخ بھی کم حاصل کی ہو، اس لئے ان کی سنن کا نمبر چوتھا ہے۔

(۵) ترمذی شریف: امام ترمذیؒ چوتھے طبقے کومستقلاً اور بعض مقامات پر پانچویں طبقہ کوبھی لے آتے ہیں یعنی (الضعفاء والمجاہیل) اس لئے ان کی کتاب پانچویں نمبر پر ہے۔

(٦) ابن ماجہ: امام ابن ماجہ نے چونکہ پانچویں طبقات کی روایات بلاتکلف اور مستقلاً ذکر کی ہیں اس لئے ان کی کتاب چھٹے نمبر پر ہے۔

یہ ساری تفصیل/ بحث اس لئے کی گئی تا کہ ہم دیکھیں حدیث کے لئے طبقات الرواۃ کی کتنی قسمیں ہیں۔ یہ ساری تفصیل آپ کے سامنے پیش کی گئی۔

علوم دین کی دوالگ الگ شاخیں

متقدمین کے زمانے سے دومختلف قسم کے علماء کے لئے یہ اصطلاحیں معروف رہی ہیں وہ دوقسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) **اصحاب الحدیث**: یہ شاخ محدثین کے ساتھ مخصوص ہے، محدثین کواصحاب الحدیث اس بناء پر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے حدیث کے حفظ وروایت کواپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا، اورانہوں نے اپنی ساری توانائیاں اس میں صرف کی ہوئی تھیں، احادیث سے احکام مستنبط کرنے کی طرف ان حضرات کی توجہ کم تھی۔ اس طبقہ کی بہت قربانیاں حصول حدیث پر لگی ہیں۔ ان کا دن رات سفر، حضر، تندرستی، بیماری یہ سب حدیث کے حاصل کرنے پر لگتا تھا اوراکثر حدیث کے حاصل کرنے کے لئے مہینوں مہینوں سفر کرتے۔

(۲) **اصحاب الرائے**: یہ شاخ فقہاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ فقہاء کو اصحاب الرّاے اس بناپر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے استنباطِ احکام کواپنا مشغلہ بنالیا تھا، اوران کی زیادہ توجہ احادیث کی کتابیں تالیف کرنے اوراحادیث کی نشرواشاعت کی طرف ہونے کے بجائے ان احادیث سے مستنبط ہونے والے احکام کی نشرواشاعت کی طرف تھی، پھر چونکہ استنباطِ احکام میں وہ حضرات اس صورت میں قیاس سے بکثرت کام لیتے

تھے اس مناسبت سے ان کو اصحاب الرائے کہا جانے لگا۔ لہٰذا یہ علم کی دو الگ الگ شاخیں ہیں جن میں درحقیقت کوئی تضاد تباین نہیں۔

اصل ہمارا مقصد اصحاب الحدیث نے حصول حدیث کے لئے کتنی محنتیں کی ہیں یہی موضوع ذیل میں آرہا ہے لیکن ان کا تذکرہ کرنا لازم تھا تاکہ حصول حدیث کو سمجھ لیا جائے۔ اس کے بعد کس طرح صحابہ کرامؓ علم الحدیث حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور علم الٰہی میں جو ایمان و عمل ہیں اور احادیث نبویہ کو کس طرح خود سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے تھے اور سفر و حضر، خوش حالی اور بدحالی، ہر حال میں کس طرح علم الٰہی اور احادیث نبویہ کے سیکھنے سکھانے میں لگتے تھے اور کس طرح مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ میں آنے والے مہمانوں کو سکھانے کا اہتمام کرتے تھے اور مختلف شہروں میں علم الحدیث پھیلانے کے لئے آدمیوں کو بھیجا کرتے تھے اور کس طرح اپنے اندر صفات کے پیدا کرنے کا اہتمام کرتے تھے جن کی وجہ سے علم اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے۔ سب سے پہلے میں ان روایتوں کو آپ کے سامنے رکھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ان روایات کی نگرانی میں ہم علم الٰہی اور علم الحدیث حاصل کریں۔ اس کے بعد صحابی اور تابعین کی محنتوں، مجاہدوں، اسفار جوان حضرات نے حصول حدیث میں کئے ہیں نظر ہوگی۔

تین قسم کے شخصوں کے بارے میں حدیث

حضرت ولید بن ابی ولید ابوعثمان مدنیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن مسلم نے ان سے بیان کیا کہ حضرت شفی اصحی نے ان سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے اردگرد بہت لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ میں ان کے قریب جا کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے تھے، جب وہ خاموش ہوگئے اور سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے

رہ گئے تو میں نے عرض کیا کہ میرے آپ پر جتنے حق بنتے ہیں (کہ میں مسلمان ہوں، مسافر ہوں اور طالب علم ہوں وغیرہ) ان سب کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہے اور خوب اچھی طرح سمجھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ضرور، میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے مجھ سے بیان فرمائی اور میں نے اسے خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے مجھ سے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا پھر اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہی ہو گئے۔ پھر انہیں افاقہ ہوا اور انہوں نے اپنا چہرہ پونچھا اور فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے اس وقت مجھ سے بیان فرمائی تھی جب کہ ہم دونوں اس گھر میں تھے اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہو گئے اور منہ کے بل زمین پر گرنے لگے لیکن میں نے انہیں سنبھال لیا اور بہت دیر تک انہیں سہارا دے کر سنبھالے رکھا پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا مجھ سے حضورؐ نے یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس وقت کسی میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہوگی بلکہ ہر جماعت گھٹنوں کے بل سر جھکائے ہوئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ پہلے تین آدمیوں کو بلائیں گے۔ ایک وہ آدمی جس نے سارا قرآن یعنی علم (قرآن اور حدیث وغیرہ) یاد کیا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کیا گیا اور تیسرا مالدار آدمی۔ اس کے بعد یہ حدیث لمبی ذکر کی گئی ہے لیکن ہمیں یہاں پہلے قسم کی جماعت کے ساتھ متوجہ ہونا ہے جس میں پھر اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری اور علم الحدیث کو جاننے والا اور ان سب جاننے والوں کو فرمائیں گے جو وحی میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی کیا میں نے وہ تجھے نہیں سکھائی تھی

یاعلم نہیں سکھایا تھا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! سکھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جو کچھ سیکھا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا رات دن اس پر محنت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ لوگ تجھے قاری یا عالم کہیں سو یہ تجھے کہا جا چکا اور تیرا مقصد حاصل ہو چکا۔ پھر اسی طرح مالدار اور شہید سے کہا جاوے گا۔ پھر حضورؐ نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابو ہریرۃؓ! اللہ کی مخلوق میں یہی تین آدمی ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن سب سے پہلے آگ کو بھڑکایا جاوے گا۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے سن کر حضرت شفی حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور انہیں یہ حدیث سنائی حضرت ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت علاء بن ابی حکیمؒ حضرت معاویہؓ کے تلوار بردار تھے انہوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہؓ کے پاس آ کر حضرت ابو ہریرۃؓ کی طرف سے یہ حدیث سنائی اسے سن کر حضرت معاویہؓ نے فرمایا جب ان تینوں کے ساتھ یہ کیا جاوے گا تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر حضرت معاویہؓ نے رونا شروع کیا اور اتنا زیادہ روئے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ شاید وہ ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نے کہا یہ آدمی تو ہمارے پاس بہت خطرناک خبر لے کر آیا ہے پھر حضرت معاویہؓ کو افاقہ ہوا اور انہوں نے اپنا چہرہ صاف کیا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے(۱) "من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا.. الخ. (۲)۔

تحصیل علم کا فائدہ

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں علم سیکھو کیونکہ اللہ کے لئے علم سیکھنا اللہ سے ڈرنا ہے۔ علم کو تلاش کرنا عبادت ہے اور اس کا آپس میں مذاکرہ کرنا تسبیح (کا ثواب دلاتا) ہے اور (سمجھنے کے لئے) اس میں بحث کرنا جہاد ہے اور نہ جاننے والے کو سکھانا صدقہ ہے

(۱) اخرجہ الترمذی (ج ۲، ص: ۴۱)، منذری فی الترغیب (ج ۱، ص: ۲۸) ابن خزیمہ، الحاکم وصححہ الالبانی۔
(۲) سورہ ہود، آیت ۱۵-۱۶

اور جولوگ علم کے اہل ہیں ان پر علم خرچ کرنا اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے کیونکہ علم کے ذریعے سے حلال وحرام معلوم ہوتا ہے اور علم جنت والوں کے لئے (جنت کے راستے کا) مینار ہے اور وحشت میں انس کا ذریعہ، مسافری میں ساتھی، تنہائی میں بات کرنے والا، نفع وخوشی کے نقصان اور غم کے کاموں کو بتانے والا، دشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے نزدیک انسان کی زینت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند کرتے ہیں اور ان کو خیر کے کاموں میں پیشرو اور امام بناتے ہیں۔ ان کے طریقوں کو لوگ اختیار کرتے ہیں اور ان کے کاموں میں ان کی اتباع کرتے ہیں۔ اور ان کی رائے اور فیصلہ پر سب مطمئن ہو جاتے ہیں۔ فرشتے ان کی دوستی اور ان کے ساتھ رہنے کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے پروں کو ان پر ملتے ہیں اور ہر طرح کی مخلوق ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور دوسرے جانور اور خشکی کے درندے اور جانور بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علم دلوں کو جہالت سے نکال کر زندگی بخشتا ہے اور اندھیرے میں نگاہ کو بصیرت عطا کرتا ہے۔ انسان علم کے ذریعے سے بہترین لوگوں کے مرتبے کو اور دنیا و آخرت کے بلند درجوں کو پالیتا ہے۔ اس میں غور وفکر کرنے سے روزہ رکھنے کا اور اسے پڑھنے پڑھانے سے راتوں کو عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان صلہ رحمی کرتا ہے اور حلال اور حرام کا فرق جانتا ہے۔ علم عمل کا امام ہے۔ عمل اس کے تابع ہے خوش قسمت لوگوں کے دلوں میں علم کا الہام ہوتا ہے اور بد قسمت لوگ علم سے محروم رہتے ہیں۔(۱)

متقدمین کا طریقہ اختیار کرنا

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اے لوگو! علم اٹھنے سے پہلے علم حاص کرو اور اس

---

(۱) ابونعیم فی الحلیۃ (ج۱،ص:۲۳۹)، ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج۱،ص:۵۵) منذری فی الترغیب (ج۱،ص:۵۸)

کے اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علم والے دنیا سے چلے جائیں گے اورتم لوگ علم حاصل کرو کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ تمہیں اپنے علم کی کب ضرورت پڑ جائے اور علم حاصل کرو لیکن علم میں مبالغہ اور غلو سے بچو اور پرانا طرز یعنی متقدمین کا طرز اختیار کرو (جو صحابہ کرامؓ میں تھا) کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اللہ کی کتاب کو تو پڑھیں گے لیکن اسے اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیں گے (اس پر عمل نہیں کریں گے)(۱)۔

عالم کی فضیلت

حضرت ابوالاحوصؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا آدمی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔(۲)

بقول حضرت ابوالدرداءؓ انسان کہلانے کے مستحق دو ہی آدمی ہیں علم سکھانے والا عالم اور سیکھنے والا۔ ان دو کے علاوہ باقی انسانوں میں کوئی خیر نہیں۔(۳) حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ سمجھے کہ صبح اور شام علم کے لئے جانا جہاد نہیں ہے وہ کم عقل اور ناقص رائے والا ہے۔(۴) حضرت ابوذرؓ اور ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو طالب علم طالب علمی کی حالت میں مرے گا وہ شہید ہوگا۔(۵)

تین کام

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اگر تین کام نہ ہوتے تو میں اسے پسند کرتا کہ دنیا میں اور نہ رکوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ تین کام کون سے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک تو دن اور رات میں اپنے خالق کے سامنے سر زمین پر رکھنا جو میری آخرت کی

(۱) الطبرانی، جامع ابن عبدالبر، حیاۃ الصحابہ
(۲) ابن عبدالبر فی جامعہ
(۳) ابونعیم، (۴) عبدالبر، حیاۃ الصحابہ
(۵) حیاۃ الصحابہ

زندگی میں آگے جمع ہو رہا ہے، دوسری سخت گرمیوں کی دو پہر میں روزہ رکھ کر پیاسا رہنا، تیسرے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو عمدہ کلام کو ایسے چنتے ہیں جیسے پھل چنا جاتا ہے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔(۱)

علم کی حقیقت

علم کس چیز کا نام ہے، اس کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے، کس چیز پر علم لفظ بولا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اصل علم تین چیزیں ہیں۔ محکم آیات (یعنی قرآن مجید)، قائم دائم سنت یعنی حضورؐ کی وہ حدیث جو قابل اعتماد سند سے ثابت ہو اور قرآن وحدیث کے برابر درجہ رکھنے والے فرائض یعنی اجماع اور قیاس ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد علم ہے (اسے حاصل کرنا ضروری نہیں ہے)۔(۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک آدمی پر جمع ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک علامہ ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اس کے علامہ ہونے کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا یہ عربوں کے نسبت، عربی زبان، اشعار اور عربوں کا جن چیزوں میں اختلاف ہے ان سب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایسا علم ہے جس کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں اور اس کے معلوم نہ ہونے میں کوئی نقصان نہیں۔(۳)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ علم تین چیزیں ہیں۔ حق بولنے والی کتاب یعنی قرآن مجید، وہ سنت جو قیامت تک چلے گی اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں یہ کہہ

---

(۱) ابونعیم فی الحلیۃ، حیاۃ الصحابہ، (۲) ابوداؤد، ابن ماجہ، المشکوٰۃ
(۳) ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم، حیاۃ الصحابہ

دینا کہ میں اسے نہیں جانتا۔(۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اصل علم اللہ کی کتاب اوراس کے رسولؐ کی سنت ہے۔ان دونوں کو چھوڑ کر جو بھی اپنی رائے سے کچھ کہے گا اس کا پتہ نہیں کہ وہ اسے اپنی نیکیوں میں پائے گا یا اپنی برائیوں میں۔(۲)

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاء، حضرت طاؤس، اور حضرت عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے کہا کیا یہاں کوئی مفتی ہے؟ میں نے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں تو اس کے بعد منی نکل آتی ہے۔ ہم نے کہا وہی منی جس سے بچہ جنتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا اس سے تمہیں غسل کرنا پڑے گا وہ ''انا للہ'' پڑھتا ہوا پشت پھیر کر واپس چلا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیرتے ہی کہا اے عکرمہ اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت عکرمہ اسے لے آئے تو حضرت ابن عباسؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو اس آدمی کو مسئلہ بتلایا ہے وہ تم نے اللہ کی کتاب سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ حضورؐ کی سنت سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں، انہوں نے فرمایا کیا تم نے حضورؐ کے صحابہؓ سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا پھر کس سے لیا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے اپنی رائے سے اسے بتایا ہے۔انہوں نے فرمایا اسی وجہ سے حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ذرا یہ بتاؤ پیشاب کے بعد جب منی نکلتی ہے تو کیا اس وقت تمہارے دل میں شہوت ہوتی ہے۔اس نے کہا نہیں۔فرمایا کیا اس کے نکلنے کے بعد تم اپنے جسم میں سستی محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں تو فرمایا یہ منی معدہ کی خرابی کی وجہ سے

(۱)حیاۃ الصحابہ۔ (۲)ابن عبدالبر (ج۲،ص:۲۶)

نکلتی ہے لہٰذا تمہارے لئے وضو کافی ہے۔(۱)

اصل علم کے علاوہ دوسرے علم میں مشغول ہونا

حضرت عمرو بن یحییٰ بن جعدہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک کتاب لائی گئی جو کسی جانور کے کندھے کی ہڈی پر لکھی ہوئی تھی اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی قوم کے بے وقوف اور گمراہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اپنے نبی کے لائے ہوئے علم کو چھوڑ کر دوسرے نبی کے علم کی طرف متوجہ ہوں یا اپنے نبی کی کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف متوجہ ہوں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”اولم یکفیهم انا انزلنا علیك . . الخ“ (سورہ عنکبوت:۵۱) ترجمہ: کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوتی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے۔

حضرت حُریث بن ظہیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھا کرو کیونکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، اس لئے تمہیں کبھی بھی ہدایت کی بات نہیں بتائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حق بات بیان کریں اور تم اسے جھٹلا دو اور وہ غلط بات بیان کریں اور تم اس کی تصدیق کر دو۔(۲) عبدالرزاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تم نے ان سے ضرور پوچھنا ہے تو پھر یہ دیکھو جو اللہ کی کتاب کے مطابق ہو وہ لے اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔(۳)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے بارے میں پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو تمام کتابوں کے بعد سب سے آخر میں ابھی ابھی اللہ کے پاس سے آئی ہے۔تم اس سے پڑھتے بھی ہو اور وہ بالکل تر و تازہ ہے اور اس میں کوئی اور چیز ابھی تک ملائی بھی نہیں جاسکی۔(۴)

---

(۱) کنز العمال (ج۵،ص:۱۱۸)۔ (۲) طبرانی، جامع بیان العلم
(۳) حیاۃ الصحابہ۔ (۴) جامع ابن عبدالبر

علم کی طلب

حضرت عبداللہ بن مسلمہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت معاذؓ کے پاس آیا اور رونے لگا۔حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اس آدمی نے کہا نہ تو میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے اور نہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ مجھے آپ سے کچھ دنیا ملا کرتی تھی (جو آپ کے انتقال کے بعد مجھے نہیں ملے گی) بلکہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ میں آپ سے علم حاصل کیا کرتا تھا اور اب مجھے ڈر ہے کہ یہ علم حاص کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔حضرت معاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائے گا، جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ کو عطا فرمایا تھا۔حالانکہ اس وقت علم اور ایمان نہ تھا۔(۱)

دوسری روایت میں ہے مت رو کیونکہ علم اور ایمان اپنی جگہ رہیں گے جو انہیں تلاش کرے گا وہ انہیں ضرور پالے گا، لہٰذا علم کو وہاں تلاش کرو جہاں حضرت ابراہیمؑ نے تلاش کیا تھا کیونکہ وہ جانتے نہیں تھے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا جیسے قرآن میں ”انی ذاھب الیٰ ربی سیھدین“.(سورہ صافات:۹۹) آگے اور بھی حدیث ذکر کی گئی ہے۔

حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرنا

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں جب تمہیں حضورؐ کی طرف سے حدیث بیان کرتا ہوں تو کمال احتیاط کی وجہ سے میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ آسمان سے زمین پر گر جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہو جاتا ہے کہ میں حضورؐ کی طرف سے ایسی ات کہہ دوں جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو اور جب تم سے آپس کے معاملات کے بارے میں بات کرتا ہوں تو پھر یہ کیفیت

(۱) حیاۃ الصحابہ

نہیں ہوتی کیونکہ انسانوں سے جنگ تو تدبیر وحکمت اور داؤں سے ہی جیتی جاسکتی ہے۔(۱)

تحصیل علم کے لئے سفر کرنا

حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ علم کی خاطر موسیٰؑ کا مشقت بھرا سفر قابل رشک ہے، قیادت ونبوت کے حصول کے باوصف طلب علم میں سفر اور صبر، استاذ کے لئے تواضع اختیار کرنا دلیل ہے کہ علم کا مقام ومرتبہ کتنا بلند ہے اور معلم کے ساتھ ہمیشہ تواضع اختیار کرنا۔

تحصیل حدیث کے لئے متقدمین کا سفر

حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت مسلمہ بن مخلدؓ سے ملنے گئے تو ان کے اور دربان کے درمیان کچھ جھگڑا ہوگیا، حضرت مسلمہؓ نے اندر سے ان کی آواز سن لی اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عقبہؓ نے فرمایا میں آپ کو ملنے نہیں آیا بلکہ کسی ضرورت سے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جس دن حضورؐ نے فرمایا تھا جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا پتہ چلے اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔ حضرت مسلمہ نے کہا جی ہاں! حضرت عقبہؓ نے کہا بس میں اسی لئے آیا تھا۔(۲)

عبداللہ بن محمد نے جابر بن عبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ مجھے ایک صحابی کے بارے میں پتہ چلا کہ انہوں نے حضورؐ سے ایک حدیث سنی ہے، تو میں نے ایک اونٹ خریدا اور سفر پر رواں دواں ہوگیا اور ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے ملک شام پہنچا تو وہ صحابی رسولؐ عبداللہ بن انیس نکلے، میں نے محافظ دربان سے کہا کہہ دو جابر ملنے آیا ہے تو اس نے کہا۔ عبداللہ کے بیٹے؟ میں نے کہا ہاں! چنانچہ عبداللہ بن انیس نکلے، مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے عرض کیا مجھے پتہ چلا کہ آپ نے حضورؐ سے ایک حدیث سنی ہے، میں چلا آیا کہ مبادا

(۱) کنزالعمال۔ (۲) طبرانی

میری یا آپ کی موت نہ ہو جائے اور حدیث سننے سے رہ جائے، چنانچہ انہوں نے مجھے حدیث سنائی۔(۱)

حضرت مسلمہ بن مخلدؓ فرماتے ہیں جس زمانے میں میں مصر کا امیر تھا تو ایک دربان نے آ کر کہا کہ دروازے پر ایک دیہاتی آدمی اونٹ پر آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا جابر بن عبداللہ انصاری۔ میں نے بالا خانے سے جھانک کر کہا میں نیچے آ جاؤں یا آپ اوپر آئیں گے۔ انہوں نے کہا نہ آپ نیچے اتریں اور نہ مجھے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ مسلمان کے عیب چھپانے کے بارے میں ایک حدیث حضورؐ سے روایت کرتے ہیں میں اسے سننے آیا ہوں۔ میں نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا تو گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کر دیا۔ یہ حدیث سن کر جابرؓ نے واپس جانے کے لئے سواری کو ہانکا۔(۲) حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے ایک بڑے میاں حضرت ابوسعید اعمیٰؒ کو سنا کہ وہ حضرت عطاءؒ سے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے حضرت ابوایوبؓ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ملنے کے لئے مصر کا سفر کیا۔ جب وہ مصر پہنچ گئے تو لوگوں نے ان کے آنے کا تذکرہ حضرت عقبہ سے کیا۔ حضرت عقبہؓ ان کے پاس باہر آئے اور فرمایا میں آپ سے ایک ایسی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کے موقع پر جتنے صحابہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے اب ان میں صرف میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ اور آگے بھی حدیث ہے اس کے بعد یہ سن کر حضرت ابوایوبؓ مدینہ واپس لوٹ گئے اور جب تک یہ حدیث بیان نہ کر دی اس وقت تک اپنا کجاوہ نہ کھولا۔(۳)

---

(۱) البخاری فی الادب المفرد
(۲) طبرانی، ابن حبان، ابن خراش
(۳) احمد، عبدالبر فی جامع بیان العلم

حضرت عبیداللہ بن عدیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک حدیث ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں اگر حضرت علیؓ کا انتقال ہوگیا تو پھر شاید مجھے یہ حدیث کسی اور کے پاس نہ مل سکے اس وجہ سے میں سفر کرکے ان کے پاس عراق گیا۔(۱)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چل جائے کہ وہ مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جانتا ہے تو میں ضرور سفر کرکے اس کے پاس جاؤں گا(۲) اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اونٹ مجھے اس تک پہنچا سکتے ہیں اور وہ حضرت محمدؐ پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو میں ضرور اس کے پاس جاؤں تاکہ میرے علم میں اور اضافہ ہوسکے۔(۳)

کثیر بن قیس فرماتے ہیں میں دمشق کی جامع مسجد میں ابوالدرداءؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک آدمی آیا اس نے کہا ابوالدرداءؓ! میں مدینہ سے آپ کے پاس ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ حدیث آپ رسولؐ سے نقل کرتے ہیں۔ ابوالدرداءؓ نے اس سے کہا کیا م نے یہ سفر کسی تجارتی مقصد کے لئے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، پھر آپ نے پوچھا: کیا سفر کا کوئی مقصد ہے؟ اس نے کہا نہیں۔آپ نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے "من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له به طريقاً الى الجنة". (۴) ترجمہ: جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔

ابومعشر کوفیؒ نے صرف ایک حدیث کے سماع کے لئے کوفہ سے بصرہ کا سفر کیا (کوفہ اور بصرہ کے درمیان ساڑھے تین سو کلومیٹر کی مسافت ہے)

ابوالعالیہ فرماتے ہیں: ہم صحابہؓ سے مروی احادیث سنا کرتے تھے، اس سے جب ہمیں اطمینان نہیں ہوتا تھا تو ہم صحابہ سے براہ راست احادیث سننے کے لئے سفر

---

(۱) الفتح۔ (۲) بخاری
(۳) ابن عساکر۔ (۴) ترمذی

کرتے تھے۔(۱)

عبداللہ بن قیس نخعی اور اسود بن یزید نخعی دونوں کوفہ کے رہنے والے تھے، جب انہیں حضرت عمرؓ سے مروی کوئی حدیث معلوم ہوتی تھی تو وہ اس حدیث کے بارے میں اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتے تھے، جب تک مدینہ سفر کرکے براہ راست حضرت عمرؓ سے سن نہیں لیتے۔

ابوحاتم رازی اپنے متعلق فرماتے ہیں: میں اپنے تعلیمی سفر میں ایک ہزار فرسخ (تقریباً پانچ ہزار کلومیٹر) پیدل چلا، اس کے بعد میں نے مسافت شمار نہیں کی۔ بحرین سے مصر، مصر سے رملہ، رملہ سے طرطوس پیدل گیا، ایک مرتبہ بصرہ میں زادراہ ختم ہوگیا میں نے اپنے کپڑے فروخت کردیے لیکن اس سے کام نہ چل سکا۔ دودن بھوکا رہا، پھر میں نے اپنے ایک رفیق کو بتلایا جس نے میرا تعاون کیا۔(۲)

عبدان جوالیقی فرماتے ہیں:

میں نے ایوب سجستانیؒ کی حدیث کے لئے اٹھارہ مرتبہ بصرہ کا سفر کیا، جب بھی معلوم ہوتا کہ ان کی حدیث بصرہ میں کسی کے پاس مل سکتی ہے تو میں سفر کرکے اس کے پاس جاتا۔(۳)

ابن المقریؒ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں: میں نے مشرق ومغرب کا چار مرتبہ سفر کیا اور ''مفضل بن فضالہ'' کا نسخہ حاصل کرنے کے لئے ستر مرحلے (ایک مرحلہ ایک دن کی مسافت) پیدل چلا، اس نسخہ کا حال یہ تھا کہ کوئی نانبائی ایک روٹی کے عوض اسے خریدنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔(۴)

---

(۱) فتح الباری
(۲) تذکرۂ اسلاف
(۳) تذکرۂ اسلاف
(۴) تحفہ حفاظ

بقی بن مخلد سرزمین اندلس سے تعلق رکھتے تھے، بیس سال کی عمر میں اندلس سے بغداد کا سفر کیا، اس سفر کا مقصد امام احمدؒ سے ملاقات اور تحصیل حدیث تھا، جب آپ بغداد کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ امام احمدؒ آج کل مسئلہ خلق قرآن میں ماخوذ ہیں، حکومت کی طرف سے ان پر تدریسی حلقہ قائم کرنے پر پابندی ہے۔ وہ اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔ بقی فرماتے ہیں جب مجھے یہ خبر ملی تو مجھے بہت غم ہوا، تاہم میں نے سفر جاری رکھا، بغداد پہنچا، وہاں کی جامع مسجد میں گیا اور امام احمدؒ کا مکان معلوم کیا، مکان پر پہنچ کر دستک دی، امام احمدؒ نکلے، میں بتلایا کہ میں پردیسی آدمی ہوں، میرے سفر کا مقصد صرف آپ سے تحصیل حدیث ہے۔ امام احمدؒ نے پوچھا تمہارا وطن کہاں ہے؟ میں نے کہا: میں مغرب اقصیٰ کا رہنے والا ہوں، اپنے وطن سے نکل کر سمندر کے راستے سے افریقہ ہوتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ امام احمدؒ نے فرمایا: واقعی تم دور سے آئے ہو میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن آج کل مجھے آزمائش کا سامنا ہے، گھر میں نظر بند ہوں۔ بقی نے پھر اپنے پردیسی کا واسطہ دے کر کہا گر آپ اجازت دیں تو میں روزانہ بھکاری کی شکل میں آپ کے دروازے پر آکر سوال کروں، آپ باہر نکل کر مجھے ایک دو حدیثیں بتلا دیا کریں۔ تو اسی طرح ہوا جب تک امام احمدؒ سے پابندی نہ ہٹالی گئی میں اپنے ہاتھ میں چھڑی لیتا، سر پر ایک پرانا کپڑا لپیٹ لیتا اور قلم کاغذ اپنی جیب میں لے کر امام احمدؒ کے دروازے پر پہنچ جاتا اور آپ مجھے دو یا تین حدیثیں بتلا دیتے، میں انہیں قلم بند کر لیتا، اس طرح میرے پاس تین سو حدیثیں ہوگئیں، جب پابندی ہٹالی گئی پھر میں حلقہ تدریس میں پہنچتا تھا تو آپ میرے لیے جگہ خالی کرتے، اور مجھے بغل میں بٹھاتے اور اپنے شاگردوں سے کہتے یہ واقعی طالب علم ہے انہیں میرا واقعہ سناتے۔(۱)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہؒ نے تعلیم کے لئے بیس سال کی عمر میں سفر کیا اور پینسٹھ سال کی عمر میں واپس آئے اس طرح آپ کے تعلیمی سفر کی مدت پینتالیس سال

(۱) السیر

ہوتی ہے، جس میں آپ نے سترہ سو استاذ سے علم حاصل کیا۔(۱)

ابن المقریؒ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں میں نے مشرق ومغرب کا چار مرتبہ سفر کیا اور ''مفضل بن فضالہ'' کا نسخہ حاصل کرنے کے لئے ستر مرحلہ پیدل چلا۔(۲)

عبداللہ بن خراش مروزیؒ فرماتے ہیں تعلیمی اسفار کے دوران پانچ مرتبہ تک ایسا ہوا کہ میرے پاس پانی ختم ہوگیا، پیاس اتنی شدت سے لگی کہ میری جان پہ بن آئی، چنانچہ میں نے پیشاب پی کر جان بچائی۔(۳)

تحصیل حدیث کے لئے امام احمدؒ نے اپنی نیت نہیں بدلی بلکہ اسی نیت پر رہے کہ میں امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی سے بغداد میں ہی حدیث سنوں گا حالانکہ وہ اور امام یحیٰ بن معین دونوں حج کے زمانے میں امام عبدالرزاق سے ملے لیکن امام احمد صنعاء پہنچ کر امام عبدالرزاق سے سماع حدیث حاصل کرتے ہیں۔(۴)

محدثین عظام کے علمی اسفار

محدثین کرام نے علم کو حاصل کرنے کے لئے بڑے طویل اسفار انجام دیئے ہیں جن میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام طحاویؒ، وغیرہ شمار ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہؒ بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے، امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ وحدیث کی تحصیل کی ہے، لیکن خصوصیت سے حضرت حماد کے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ

(۲) تذکرۃ الحفاظ

(۳) میزان الاعتدال للذہبی

(۴) المنہج الاحمد فی ترجمۃ الامام احمد

تربیت یافتہ ہیں، کوفہ میں کوئی محدث باقی نہ تھا جس کے سامنے امام صاحبؒ نے زانوئے شاگردی تہہ نہ کیا ہو، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔(۱)

امام ابوالحسن مرغنیائی نے بسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچپن حج کئے تھے(۲) حرمین کے شیوخ میں سے عطاء بن رباح سے مکہ معظّمہ میں اور سالم بن عبداللہ اور سلیمان سے مدینہ طیبہ میں خصوصیت سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام باقر کی خدمت میں ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے حاضر رہے(۳)۔ علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جو سات سال کا عرصہ ہوتا ہے، آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظّمہ ہی میں رہا(۴) بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ عراق وحجاز دونوں جگہوں کی روایات کو حاصل کیا۔

امام مالک

عہد نبویؐ سے لے کر حضرت علیؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز مدینہ طیبہ تھا، بعد کو دارالخلافہ کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہونے کے بعد اس کی علمی وہ حیثیت باقی نہیں رہی، تاہم امام مالکؒ کے زمانے تک اس کا امتیاز مسلم تھا، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

باید دانست کہ مدینہ مشرفہ در زمان اور پیشتر از زمان متاختر بلاشبہ مرجع فضلاء ومحط رجال علماء بودہ است(۵)۔

---

(۱) شرح سفر السعادۃ
(۲) مناقب الامام
(۳) اوجز المسالک
(۴) مناقب الامام
(۵) مصفی شرح موطا

مدینہ شریف امام مالکؒ کے زمانے میں اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اوراہل علم کی فرودگاہ تھا، البتہ امام مالکؒ کے طبقے کے بعد وہاں علمی انحطاط آ گیا تھا، علامہ ذہبی فرماتے ہیں، پھران کے بعد والے طبقے میں وہاں علم بہت ہی کم ہو گیا اوراس کے بعد تو بالکل جاتا رہا۔

امام صاحب حدیث کی تحصیل کے وقت کم عمر تھے،خودفرماتے ہیں، میں نافع کے پاس آتا تھا تو ایک کم سن لڑکا تھا، حضرت نافعؒ جب تک زندہ رہے امام مالکؒ ان کے حلقہ درس میں موجود رہے، محدثین روایت مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کوسلسلۃ الذہب (سونے کی زنجیر) قرار دیتے ہیں۔(۱)

اکثر امام مالکؒ نے سفرنہیں کیے کیونکہ اس وقت مدینہ دارالعلوم تھا اور تمام ممالک اسلامیہ کے شیوخ واساتذہ خودآستانہ نبویؐ پر حاضر ہوتے تھے۔ امام صاحب نے جن شیوخ سے ''مؤطا'' میں روایت کی ہے ان کی تعداد پچانوے ہے، یہ سب اساتذہ مدنی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''بستان المحدثین'' میں فرماتے ہیں کہ: ''امام مالکؒ سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے روایت کی ہے''۔

امام شافعی

امام شافعیؒ کواگرچہ علم کا شوق ابتدا سے تھا مگر باقاعدہ طلب علم کا آغاز مکہ معظّمہ سے ہوا۔ جب آپ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو مدینہ طیبہ امام دارالہجرۃ مالکؒ بن انس کے آستانے پر حاضر ہوئے، امام مالکؒ نے فرمایا کہ تمہارے قلب میں ایک نور ہے معاصی سے اسے ضائع نہ کرنا، تم تقویٰ کواپنا شعار بنانا، ایک دن آئے گا کہ تم بڑے شخص ہوگے(۲)۔ امام صاحب بغداد گئے اور مکہ معظّمہ واپس آئے اور حرم میں بیٹھ کر درس

(۱)البدایہ والنہایہ
(۲)توالی التاسیس

وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تقریباً نو سال مکہ معظّمہ میں قیام رہا اس کے بعد بغداد چلے گئے اور وہاں دو سال قیام کیا، پھر ۱۹۸ھ میں تیسری بار بغداد آئے لیکن اس مرتبہ صرف ایک ماہ کے بعد ہی مصر کا عزم کرلیا اور ۱۹۹ھ میں مصر پہونچ گئے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: میں تیرہ سال کی عمر میں لوگوں کو پڑھانے لگا تھا اور بالغ ہونے سے پہلے ہی مؤطا حفظ کرلی تھی (۱)۔

امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبلؒ نے جب تحصیل حدیث شروع کی تو سب سے پہلے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے حدیثیں لکھیں (۲) پھر چار برس تک بغداد میں امام حدیث ہشیم بن بشیر ابو حازم الواسطی (۱۸۳ھ) سے استفادہ کرتے رہے، اس اثناء میں بغداد کے دیگر محدثین سے بھی استفادہ کیا (۳) بغداد سے فارغ ہوکر کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ کے نامور محدثین سے استفادہ کیا۔ (۴)

۱۸۷ھ میں حجاز کے پہلے سفر میں ان کی ملاقات امام شافعیؒ سے ہوئی، پھر بغداد میں دوبارہ ہوئی، امام احمد اس وقت پختہ کار ہو چکے تھے، انہوں نے جریر بن عبدالحمید محدث سے حدیث سننے کے لئے رَے (ایران) جانے کا بھی قصد کیا، لیکن خرچ نہ ہونے کی وجہ سے نہ جاسکے، اس بلند ہمتی و کثرت اسفار اور فطری و غیر معمولی حافظہ کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ حافظ ابن جوزیؒ نے ان کے شیوخ کی تعداد سو سے زائد بتائی ہے، جیسے قاضی ابو یوسف، ہشیم بن بشیر بن حازم، وکیع، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ وامام شافعی وغیرہم۔ محمد بن اسماعیل صائغؒ فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ ہمارے پاس سے

---

(۱) السیر
(۲) مناقب الامام احمد لابن الجوزی
(۳) مناقب امام احمد
(۴) طبقات الشافعیہ الکبری

بغداد کی گلیوں میں دوڑتے ہوئے گزرے، میرے والد نے ان کو کپڑا پکڑ کر پوچھا ابوعبداللہ کب تک علم حاصل کرتے رہو گے؟ آپ نے جواب دیا ''موت تک''۔(۱)

امام بخاری

امام بخاریؒ کے بارے میں حافظ بن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ سے ہوا۔ انہوں نے سماع حدیث کے لئے دور دراز مقامات کا سفر کیا، شام، مصر، اور جزیرہ میں دو بار تشریف لے گئے اور حجاز مقدس میں چھ سال قیام فرمایا، کوفہ و بغداد جو علماء کا مرکز تھا، بار بار گئے اور بصرہ میں چار مرتبہ جانا ہوا اور بعض دفعہ پانچ پانچ سال تک قیام کیا، ایام حج میں مکہ معظّمہ چلے جایا کرتے تھے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام موصوف آٹھ مرتبہ بغداد آے اور ہر مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ بغداد کے قیام پر اصرار کرتے تھے(۲)۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے سماع حدیث ۲۰۵ھ میں شروع کیا اور اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد ۲۱۰ھ سے انہوں نے سفر کا آغاز کیا، اس سلسلہ میں نیشاپور کا بھی سفر کیا تھا اور وہاں بھی کچھ دنوں مقیم رہے تھے(۳)۔

امام مسلم

امام مسلمؒ نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو ہر چہار جانب علم حدیث کا غلغلہ تھا، خوش قسمتی سے موصوف نیشاپور جیسے شہر میں پیدا ہوئے جسے اس زمانے میں مرکزیت حاصل تھی، علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں: ''قد کانت نیسابور من اجل البلاد وأعظمها، لم یکن بعد بغداد مثلها''. (۴) نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی۔

---

(۱) شرف اہل الحدیث۔ (۲) ارشاء الساری
(۳) تذکرۃ الحفاظ
(۴) طبقات الشافعیہ

علامہ ذہبیؒ نے امام موصوف کے سماع حدیث کی ابتدا ۲۱۸ھ کو قرار دیا ہے، اس لئے اس حساب سے گویا چودہ برس کی عمر سے سماعت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے، اس سے پہلے بھی سماعت کے مواقع حاصل تھے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اس کو اس وقت کے لئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب وفراز اور اس کے نکات کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا۔

امام ابوداؤد

امام ابوداؤدؒ نے تحصل علم کے لئے سفر کیا۔ان کی زندگی کے ابتدائی حالات بہت کم ملتے ہیں لیکن جس زمانے میں انہوں نے آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا، اس لئے امام موصوف نے مختلف بلاد کا سفر کیا اور اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ وشیوخ سے علم حاصل کیا، صاحب ''اکمال'' نے لکھا ہے۔ قدم بغداد غیر مرۃ۔ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔ نیز تحصیل علم کے لئے عراق، خراسان، شام، جزیرہ وغیرہ مختلف شہروں کا سفر کیا اور ہر جگہ کے ارباب فضل وکمال سے استفادہ کیا۔(۱)

امام ترمذی

امام ترمذیؒ جس دور میں پیدا ہوئے اس زمانے میں علم حدیث شہرت کے درجے کو پہنچ چکا تھا، بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث کی مسند علم بچھ چکی تھی۔ امام موصوف نے جوں ہی شعور کی آنکھیں کھولیں انہیں علم الحدیث کی تحصیل کا شوق دامن گیر ہو گیا، چنانچہ انہوں نے اس کے حصول کے لئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''طاف البلاد و سمع خلقا من الخراسانیین و العراقیین و الحجازیین''. (۲)

---

(۱) اتحاف النبلاء و تاریخ بغداد۔ (۲) تہذیب التہذیب

امام ترمذیؒ نے اپنے زمانے کے ہر خرمن حدیث سے استفادہ کیا، اس لئے ان کے شیوخ کا استقصاء دشوار ہے، علامہ ذہبیؒ نے بخاریؒ، مسلمؒ، علی بن حجر مروزیؒ، ہناد بن سریؒ، قتیبہ بن سعیدؒ، محمد بن بشارؒ وغیرہ کو ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے، یہ وہ شیوخ ہیں جن سے امام موصوف نے سفر کر کے، مجاہدہ کر کے علم حاصل کیا ہے۔

امام نسائی

امام نسائیؒ جس زمانہ میں پیدا ہوئے تھے، اس وقت علم حدیث کے لیے گھر بار چھوڑنا اور دور دراز ممالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا، آج اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، محدثین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے علم کی طلب میں ملکوں ملکوں پھرنا، سینکڑوں میل پا پیادہ طے کر لینا، برّ اعظموں اور سمندروں کو پار کرنا، اس دور کے علماء کے نزدیک بہت معمولی بات تھی۔

امام نسائیؒ اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے (۱) ان کے علاوہ دوسرے شیوخ واساتذہ سے استفادہ کے لئے دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ لکھتے ہیں: انہوں نے بہت سے شہروں کے شیوخ واساتذہ سے استفادہ کیا، خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام ومصر اور اسکے علاوہ بھی (۲) اس سے سفر کی وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

امام ابن ماجہ

امام ابن ماجہؒ کے بارے میں قیاس ہے کہ امام صاحب نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کا آغاز کیا ہوگا، اس وقت عمر کا اکیسواں سال تھا، یہ وہ زمانہ ہے کہ علم حدیث انتہائی عروج پر تھا، امام صاحب نے طلب حدیث میں مختلف شہروں کی خاک چھانی، مؤرخ ابن خلکان کا

---

(۱) بستان المحدثین۔ (۲) بستان

بیان ہے:

حدیث لکھنے کے لئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام ومصر اور رَے کا سفر کیا(۱)۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: خراسان، عراق، حجاز، مصر وشام اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا(۲)۔

"وغیرھا من البلاد" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ اور شہروں کا سفر بھی کیا تھا جس کا ثبوت ان کے شیوخ کے ناموں سے بھی ملتا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جبارہ بن المفلس، وابراہیم بن المنذر، وابن نمیر وہشام بن عمار اور اس طبقہ کے دوسرے حضرات سے علم حدیث حاصل کیا، خصوصیت سے ابوبکر بن شیبہ سے استفادہ کیا(۳)۔

حصول حدیث کے لئے متقدمین کے مجاہدے، محنتیں اور قربانیاں

امام احمدؒ فرماتے ہیں: میں کوفہ گیا، وہاں میں نے ایک مکان میں رہائش اختیار کی، میرے پاس بستر نہیں تھا، اپنے سر کے نیچے ایک اینٹ رکھ کر سوتا تھا، میں بیمار ہو گیا، گھر والدہ کے پاس واپس آ گیا، میں ان سے اجازت لے کر نہیں گیا تھا، اگر میرے پاس نوّے درہم ہوتے تو میں رَے جریر بن عبدالحمید کے پاس سفر کر کے جاتا، میرے رفقاء گئے، لیکن تنگ دستی کی وجہ سے میرے لیے سفر ممکن نہ ہوا۔(۴)

امام احمدؒ نماز پڑھا رہے تھے، بار بار نماز میں بھول جاتے تھے، عبدالرزاق نے بھولنے کا سبب پوچھا، آپ نے کہا: میں نے تین دن سے کچھ نہیں چکھا۔(۵)

حجاج بن شاعر کہتے ہیں: مجھے میری ماں نے سو روٹیاں ایک تھیلے میں رکھ کر دے دیں، میں انہیں لے کر مدائن میں شبابہ کے پاس تعلیم کے لیے چلا گیا، ان کے یہاں

---

(۱)وفیات۔ (۲)تہذیب۔ (۳)بستان۔
(۴)مناقب الامام احمد۔ (۵)طبقات الحنابلہ

میں سودن رہا روزانہ ایک روٹی دجلہ میں بھگو کر کھالیتا تھا، جب روٹیاں ختم ہوگئیں تو میں واپس چلا آیا۔(۱)

امام شافعیؒ اپنے متعلق فرماتے ہیں: میں یتیم تھا، میری والدہ نے مجھے مکتب میں داخل کردیا، تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ وہ مکتب کے استاذ کو کچھ دے نہیں سکتی تھیں، استاذ اس پر راضی ہوگئے کہ میں ان کی غیر موجودگی میں ان کی جگہ کام انجام دے دوں۔ یہاں تک آگے کا زمانہ تو ایسا تھا کہ لکھنے کے لئے خریدنے کے اسباب نہیں تھیں اس لئے خود فرماتے ہیں میں ہڈیوں، ٹھیکری، اونٹ کے شانے، اور کھجور کی چھالیں لکھنے کے لئے تلاش کرلیا کرتا تھا۔ اسی طرح پھر ان احادیث کو مٹکے میں ڈال دیتے، مٹکے بہت ہونے کی وجہ سے گھر تنگ ہوگیا، پھر میں نے لکھے ہوئے کو زبانی یاد کرنا شروع کیا۔(۲)

ابن جریر طبریؒ نے بارہ سال کی عمر میں تعلیم کے لئے سفر کیا، آپ کے والد آپ کا خرچ بھیجا کرتے تھے، ایک مرتبہ خرچ بھیجنے میں دیر ہوگئی، آپ نے اپنی قمیص کی دونوں آستینیں نکال کر فروخت کیں اور اس کی قیمت سے کام چلایا۔(۳)

خطیب بغدادیؒ نے امام بخاریؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ عمر بن حفص اشقر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ بصرہ میں کئی دن حدیث لکھنے کے لئے نہیں گئے۔ چنانچہ ہم نے انہیں تلاش کیا، تو انہیں ایک مکان میں برہنہ پایا، ان کے پاس خرچ ختم ہوگیا تھا۔ ہم لوگوں نے ان کے لئے کچھ دراہم جمع کیے اور کپڑا خرید کر ان کو پہننے کے لئے دیا، اس کے بعد ہم حدیث لکھنے کے لئے گئے (۴)۔

یحیٰ بن بناءؒ کہتے ہیں: حمیدی کی محنت کا یہ عالم تھا کہ آپ سخت گرمی کے زمانے میں رات کے وقت لکھا کرتے تھے، آپ پانی کی ایک لگن میں بیٹھ کر ٹھنڈک حاصل کرتے

---

(۱) السیر۔ (۲) جامع بیان فضل العلم واہلہ

(۳) تذکرۃ الحفاظ

(۴) صفحات من صبر العلماء

پھر لکھنا شروع کر دیتے (۱)۔

امیر طاہر بن عبداللہ خزاعی نے محمد بن رافع کی خدمت میں پانچ ہزار درہم اپنے ایک قاصد کے ہاتھ بھجوائے، وہ عصر کی نماز کے بعد پہنچا، محمد بن رافع مولی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے، قاصد نے تھیلی ان کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ امیر طاہر نے یہ مال بھیجا ہے تاکہ آپ اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں۔ محمد بن رافع نے قاصد سے کہا' لے جاؤ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، سورج دیوار کے سر پر جا پہنچا ہے ایک لمحے بعد وہ غروب ہونے کو ہے، میں اسی سال سے تجاوز کر چکا ہوں، کب تک جیوں گا؟ یہ کہہ کر مال واپس کر دیا اور قبول نہیں کیا، قاصد نے مال لیا اور چلا گیا۔ محمد بن رافع کے پاس ان کے بیٹے آئے اور ان سے کہا: ابا جان! ہمارے پاس رات کی روٹی نہیں ہے، محمد بن رافع سخت سردی میں اسی لحاف کو اوڑھ کر نکلتے تھے جو وہ رات میں اوڑھا کرتے تھے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ''فقر فاقہ پر صبر کرنا ایسا مقام ومرتبہ ہے جس کو صرف بڑے ہی حاصل کر پاتے ہیں اور فقر و مالداری سے بہتر اور افضل ہے، فقر پر صبر کرنا دشوار ہے۔ اور فقر پر بے قراری کی حالت شکر سے عظیم ہے۔ گویا کہ امام احمدؒ فقر کو پسند فرماتے تھے کیونکہ فقر میں حساب کم ہے (۲)۔

امام ابوحاتم رازیؒ اپنے طلب علم کے سفر میں پیش آنے والی دشواریوں اور مصائب کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم کشتی میں سوار ہو کر چلے، ہوا ہمارے مخالف تھی، تین مہینے تک ہم سمندر میں ہی رہے، ہم خود اپنے آپ سے تنگ آ گئے، زادسفر ختم ہو گیا، نہ کھانا، پینا اور ہم ایسے ہی رات تک چلتے، جب شام ہوتی تو ہم نماز پڑھتے اور وہیں پڑے رہتے، یہاں تک ہوش ہواس بھی نہ رہا، اس طرح بہت سی مشقتوں سے وہ کشتی تک پہنچائے گئے اور کشتی والوں نے ان کے ساتھ بڑے احسان واکرام کا معاملہ کیا، اور کھلایا

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ۔ (۲) البدایۃ والنہایۃ

پلایا حتی کہ جان میں جان آ گئی۔

امام بخاریؒ کے کاتب محمد بن ابوحاتم کا بیان ہے کہ ''امام بخاریؒ کا معمول تھا کہ جب میں ان کے ساتھ سفر میں ہوتا تو ہم ایک ہی گھر میں ہوتے اور آرام کرتے، سوائے اس کے سخت گرمی کا زمانہ ہوتو الگ الگ آرام کرتے، میں دیکھتا تھا کہ رات میں وہ پندرہ یا بیس مرتبہ اٹھتے اور ہر مرتبہ چقماق (آگ نکالنے کا پتھر) سے آگ نکالتے، چراغ جلاتے، حدیثیں نکالتے، اس پر کچھ نشان لگاتے، پھر سو جاتے اور سحر کے وقت تیرہ رکعت پڑھتے، یہ مجاہدہ کا عالم ہے کہ اس کے باوجود بھی تہجد کی ایسی پابندی تھی کہ رات بھر پڑھتے اور پھر اٹھتے۔

عیسیٰ بن موسیٰ متوکلؒ فرماتے ہیں تیس سال سے میری خواہش ہے کہ میں بازار کا حریسہ خرید کر کھاؤں، لیکن خرید نہ سکا، کیونکہ صبح کا وقت جس میں بازار کا حریسہ فروخت ہوتا ہے حدیث کے سبق میں جانے کا وقت ہوتا ہے۔

آخری بات

مختصر صفحات میں تحصیل حدیث کی یہ سرگزشت آپ کے سامنے پیش ہوئی۔ پڑھنے کے بعد پڑھنے والوں کے قلوب میں جو اثر مرتب ہوگا اصلی چیز تو وہی ہے۔ خود غریب مؤلف تجربہ سے پہلے کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور برے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانے میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں، عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان حاکم کو معزول کردیا۔ انہوں نے عرض کیا میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانے کام کیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: کہ برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔

الغرض دین کے کسی بھی کام کو آسانی سے حاصل کرنے کے لئے اپنے ماحول کو بدلنا ضروری ہوگا جس کی وجہ سے ماحول بھی معاون و مددگار بنے گا۔

وماتوفیقی الا باللہ العظیم